



حیاتِ محمدؐ العالم

تاک سلاطنت سلطان سید محمدؐ اشرف جہانگیر سنی الشیخ

احادیث عالیہ

سید الفسرتین رئیس المحدثین محمدؐ الملک
ابو الماہد سید محمدؐ اشرفی جیلانی محمدؐ عظمیٰ

مرتب و حاشیہ نگار
سید حسن مثنیٰ انور (رحمہ اللہ علیہ)

تقریب کار

محمدؐ بنی بکڑی

www.dawateislami.net

سالگرہ

شمس الخ اسلام اکینڈمی

عقلمندہ جودر آباد

افادات عالیہ
سید المفسرین رئیس المحدثین مخدوم المملت
ابو الحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرتب و حاشیہ نگار
سید حسن مثنیٰ انور ایم اے (علیگ)


مُحَمَّدٌ رِبُّكَ ۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ
 فیصلہ، جامع مسجد دہلی۔ ۶

﴿.....فہرست مضامیر.....﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
﴿۱﴾	ارمغان تشکر	۴
﴿۲﴾	مختبائے گفتنی	۵
﴿۳﴾	اشرف	۱۰
﴿۴﴾	اوحد الدین	۱۵
﴿۵﴾	ترک سلطنت	۱۹
﴿۶﴾	سفر ارادت اور تنہائی	۲۲
﴿۷﴾	ہندوستان میں ورود اور تکمیل ارادت	۲۵
﴿۸﴾	جہانگیر	۳۷
﴿۹﴾	سفر ہند، تلاش خانقاہ و مزار ظفر آباد	۴۱
﴿۱۰﴾	جونپور	۴۹
﴿۱۱﴾	روح آباد آستانہ کچھوچھو مقدسہ	۵۶
﴿۱۲﴾	غوث العالم	۶۷
﴿۱۳﴾	نتائج	۷۱
﴿۱۴﴾	حضرت غوث العالم کی سوسالہ حیات مقدسہ پر ایک اجمالی نظر	۷۲
﴿۱۵﴾	تصانیف جلیلہ	۷۴
﴿۱۶﴾	جلیل القدر خلفاء کا ایک مختصر تعارف	۷۸



ارمغان تشکر

ہزار ہا نیاز مند یوں اور لاکھوں آستانہ بوسیوں کے بعد نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس عقیدہ سے کہ یہی اور صرف یہی میرا سرمایہ آخرت ہے، یہ چند سطور لکھتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ آج میرا قلم صفحہ قرطاس پر وجد کر رہا ہے، میرا کاغذ کسی پاک قدم کا فرش راہ بنا ہوا ہے اور میرا کلام کسی کے ذکر مقدس سے زینت حاصل کر رہا ہے۔

میں اپنی زندگی کے ان ساعات پر نازاں ہوں اور نہایت عجز و بندگی کے ساتھ اپنے رب کی کروڑ ہا حمد بجالاتا ہوں اور اس سے امید قبولیت رکھتا ہوں۔

فقیر ابوالمحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ مطابق جنوری ۱۹۴۳ء

سخنہائے گفتنی

پیش نظر کتاب حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کی مختصر حیات طیبہ پر مشتمل ہے اس کا اصل مآخذ تو لطائف اشرفی ہے لیکن ترتیب مضامین کے وقت مراۃ الاسرار، اخبار الاخیار اور بحر ذخار کے علاوہ دیگر مستند کتب تاریخ و سیر سے بھی غیر معمولی استفادہ کیا گیا ہے۔ تحقیقی نقطہ نظر سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کی حیات مقدسہ سے متعلق ان سارے نایاب احوال و کوائف کو جمع کر دیا ہے جنہیں حضرت مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے تو اتر کے ساتھ اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کئے۔ یہی وہ نمایاں وصف ہے جو حیات غوث العالم کو منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔ اس کتاب کی دوسری بڑی خوبی اس کا دل نشین اسلوب بیان ہے جس نے تاریخ کی خشک اور بے مزہ کیفیت کو محو کر کے واقعہ نگاری کی ایک تازہ اور شاداب فضا ہموار کی جس میں حسن بھی ہے اور اثر آفرینی بھی..... تیسرا بنیادی وصف یہ ہے کہ حضور محدث اعظم ہند علیہ السلام نے حضرت مخدوم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے بعض روشن پہلوؤں کو اپنے عہد کے عام حالات پر منطبق کرنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے اور ایسے نتائج کا استخراج کیا ہے جو تعمیر سیرت انسانی کے لئے بڑی حد تک مدد و معاون ہو سکتے ہیں۔

حیات غوث العالم کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت ذہن میں ضرور رکھنی چاہئے کہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ آٹھویں صدی ہجری کے متبحر عالم اور مشرب صوفیہ کے عظیم مبلغ تھے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت مخدوم علیہ السلام ذات گرامی شریعت اور طریقت کے استخراج سے ایک ایسا سرچشمہ نور بن گئی تھی جس سے

ہندوستان اور بلاد شرقیہ کے اکثر ممالک تقریباً ایک صدی تک روشنی پاتے رہے۔ حضرت کے تصرفات روحانی سے خلق اللہ ہنوز مستفیض ہو رہی ہے اور فیوض نامتناہی کا یہ سلسلہ ابدی رنگ و آہنگ لئے ہوئے ہے، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود اس عظیم المرتبت شخصیت کا کتب تاریخ میں کوئی تفصیلی ذکر نہیں ملتا اور لاطیف اشرفی کے پیش کردہ تفصیلی واقعات کی تائید و تصدیق نہ تو تاریخ ایران سے ہوتی ہے اور نہ تاریخ ہندوستان سے۔ اسی عدم ذکر کو برہان و حجت قرار دیتے ہوئے بعض حضرات اپنی جدت پسندی کے زعم میں لاطیف اشرفی ہی کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں۔ شاید انھیں اپنے طرز فکر کی زیادہ واوٹے اگر وہ حضرت مخدوم عبداللہ کے مبارک وجود ہی کو یہ کہہ کر محکوک و مشتبہ بان لیں کہ تاریخ کی کتابوں سے اس کی نشاندہی نہیں ہوتی! ان حضرات کو کون باد رکرائے کہ تذکروں کو بے وزن اور حقیر خیال کرنا تاریخی شعور رکھنے کی دلیل نہیں اس لئے کہ تذکروں ہی کے لفظ سے تاریخ کا ظہور ہوتا ہے۔ اب جہاں تک تذکروں کی موجودگی میں تاریخ کے صفحات کے سادہ رہنے کا سوال ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ایک حضرت مخدوم عبداللہ ہی کا کیا ذکر ہے بلکہ طبقہ صوفیہ کے اکثر اکابرین کے ساتھ ہی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان بزرگوں کے تمام ضروری احوال مختلف ملفوظات اور تذکروں میں محفوظ ہیں اور ان کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد حیات و سیرت کی ایک مکمل اور مبسوط تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے لیکن ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ملفوظات اور تذکروں کے مطالعے کا ناخوشگوار فریضہ کیسے ادا کیا جائے اور اس ”جوئے شیر“ کو لانے کے لئے ”پیشہ زنی“ کون کرے؟ یہی وہ سوال ہے جس کا واضح جواب ارباب تاریخ آج تک نہ دے سکے۔ استاذ گرامی پروفیسر خلیق احمد نظامی، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے

بڑے سچے کی بات کہی ہے کہ ”تاریخ کے طلباء نے شاہی خاندانوں کے عروج و زوال کی داستانوں میں اپنے آپ کو کچھ اس طرح گم کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک تاریخ صرف دربار اور میدان جنگ سے ہی عبارت ہو کر رہ گئی ہے۔“

غالباً اسی بے توجہی اور تن آسانی کا یہ نتیجہ ہے کہ طبقہ صوفیہ ہر عہد میں ہدف ملامت بنارہا اور معترضین اپنی بے خبری یا ذہنی آزادی کی بناء پر جس طرح جی چاہا انگشت نمائی کرتے رہے۔ کبھی تصوف کا رشتہ قرآن وحدیث سے توڑ کر یونانی فلسفہ، گیتا، ویدانت، زردشتیوں کے توہمات اور بودھ مت کے پراسرار خیالات سے جوڑ دیا گیا، کبھی صوفیہ کو علم سے بے بہرہ بتایا گیا، ان پر رہبانیت پسندی کی مہر بھی ثبت کر دی گئی اور انھیں ملت کے قوانین علمی کو مضحک بنانے کا ذمہ دار بھی قرار دیدیا گیا۔ اس پریشان خیالی اور انتشار ذہنی کے طوفان کو چند مستشرقین یورپ سے مزید توانائی ملی جنھوں نے اسلام دشمنی کے پردے میں تصوف اور صوفیاء اسلام کی دل کھول کر تنقیص کی تھی اور پچھلے کھاروں کی طرح بعض نام نہاد مسلمان بھی ان کے ہموار بن گئے تھے۔

لیکن اب یہ طوفان اپنی قوت کھو چکا ہے۔ اب سائنسی قدروں نے انسانی فکر و نظر کو کچھ اس طرح متغیر اور انقلاب آفریں بنا دیا ہے کہ علم و فن کا ہر شعبہ نظر ثانی کا محتاج دکھائی دیتا ہے۔ آج کا انسان زندگی اور کائنات کی ہر حقیقت کو دریافت کرنے کے لئے ایک مثبت نظریے کا متحسب ہے۔ چنانچہ اب وہ تصوف کو ایک ایسے اخلاقی نظام حیات اور نظام کائنات کی ایک مکمل توجہ سے تعبیر کرنے لگا ہے جس میں مادی آسودگی بھی ہے اور روحانی ارتقاء بھی..... پر دینسراج۔ آر۔ گب کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

”تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت

سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔“

اسی بات کو پروفیسر مئی نے یوں کہا ہے: ”سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہبی اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔“

ہالینڈ کے ایک ذی علم (لوکے گارو: Lokkegaard) نے شاندار

کامیابیوں کے ساتھ بعض کی قید کو گوارہ نہ کیا۔ ان کی تحقیق یہ ہے کہ ”اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا لیکن ”روحانی اسلام“ میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

ان مثالوں سے علمی اور سنجیدہ تحقیق و جستجو کے بدلے ہوئے معروضی زاویوں کا اندازہ ہوتا ہے اور اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ تصوف یا صوفیہ اسلام پر معتزین کے سارے اعتراضات ”خرافات القداماء“ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان مخالفین پر علماء اسلام نے بھی خصوصی توجہ دی ہے، اوصوفیہ کے اقوال و کردار کی روشنی میں ان کے ہر سوال کو بے بنیاد اور شخصی عصبيت کا حامل بتایا ہے۔ اس تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں ہے، ہمارے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ اسی معروضی نقطہ نظر نے اس ”حجاب اکبر“ کو اٹھا دیا جس کا سہارا لے کر مخالفین نے بیسویں صدی عیسوی کے نصف حصے تک تصوف کو باز پچھا اطفال بنائے رکھا۔

خدا کا شکر ہے کہ اب ماضی کے اس سرمایہ علمی (تصوف) کی دوبارہ چھان بین اور صحیح قدر و قیمت متعین کرنے کا مناسب وقت آ گیا ہے اس لئے کہ موجودہ انسان مادی ناہمواریوں سے نہرو آ رہا ہے، طبقاتی کشمکش میں اسیر ہے، رنگ و نسل کے امتیازات میں گھرا ہوا ہے، عظمت و جلالت کی آزمائش میں مبتلا ہے، مختلف عقائد و نظریات کے طغیان میں دم توڑ رہا ہے، فلسفیانہ موٹنگا فیوں سے بیزار ہو چکا ہے، وہ حقیقت کو حقیقت

پسندانہ لگا ہوں سے دیکھنا چاہتا ہے اور فطرت کا مطالعہ فطری طور پر کربخ کا آرزو مند ہے۔ لہذا اس ہوش ربا عہد میں مذہبی اسلام یا روحانی اسلام یا تصوف کی مستند اور معتبر تاریخ کو مدون کرنے کی ضرورت و اہمیت کا شدید احساس عام لوگوں کے دلوں میں بھی پایا جا رہا ہے تاکہ بھنگی ہوئی انسانیت کو صلاح و فلاح کا پیغام ملے اور انسان کی نا آسودگیوں کا اصل مداوا ہو سکے، اسی سلسلے کی ایک مختصر اور ابتدائی کوشش حیاتِ غوث العالم کے نام سے نذرِ ناظرین ہے۔

حیاتِ غوث العالم کی ترتیب اور اس پر حاشیہ نگاری کی حاجت اس لئے پیش آئی کہ متن کی معنوی خوبیاں نمایاں ہوں، مفید معلومات کا اضافہ کیا جائے اور مختلف تذکروں کے تقابلی مطالعے سے ایک نتیجہ خیز بات کہی جاسکے جس میں تحقیق اور تنقید دونوں کا چولی دامن کا ساتھ رہے۔ یہ اسلوب فکر نہ صرف یہ کہ کتاب کی افادیت کو بڑھاتا ہے بلکہ اکیڈمی کے رجحانات اور طریقہ کار کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ مشائخِ چشت کی سیرت و سوانح سے دلچسپی رکھنے والے بالعموم اور وابستگانِ سلسلہِ اشرفیہ بالخصوص اس کتاب کا خاطر خواہ خیر مقدم کریں گے اور اپنے ربِ قدیر سے بلتقی ہوں کہ

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے

چمن کے دڑے دڑے کو شہیدِ جتو کر دے

”کاشانہ“

کچھو چھا شریف، ضلع فیض آباد

سید حسن ثنیٰ انور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اشرف

ساتویں صدی کی بات ہے کہ فارس میں ایک عظیم الشان اور قدیم اسلامی سلطنت تھی۔ انتظامی خوبیوں اور امن و امان میں یہ حکومت ضرب المثل تھی اس سلطنت کو مذہبی برتری اس میں حاصل تھی کہ حکومت کا تاجدار خاندان سادات سے تھا قرب و جوار بلکہ دور دور کے بادشاہان اسلام اس حکومت کی عزت کرتے تھے اور یہاں کے بادشاہ کو سلطان کہا کرتے تھے اس کے دار الحکومت کا نام شہر سمنان (۱) تھا شیراز یہاں سے قریب

۱۔ یہ قدیم شہر آج بھی ایک قصبہ کی صورت میں محدود سلطنت ایران میں ہے اور بحر کسپین (Caspian Sea) کے کم و بیش ۱۰۰ میل، اصفہان سے ۲۰۰ میل، اور کاشان سے ۱۵۰ میل کی دوری پر ہے، طول البلد ۵۳ اور عرض البلد ۳۵ درمیانی حصہ اس تاریخی شہادت کی نشاندہی کرتا ہے۔ سلطان سید تاج الدین بہلول بن سلطان سید محمود رجبی نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں سمنان کو اپنا دار الحکومت بنایا اور شاہان خاندان سامانیہ سے حاصل کی ہوئی سلطنت کی از سر نو تنظیم کی۔ مملکت سمنان میں عراق اور خراسان کے علاقے بھی شامل تھے اور سیاسی برتری کے ساتھ اسے دینی و تاریخی حاصل تھا۔ آج سمنان کی وہ شوکت تو نہیں ہے لیکن شاندار محلوں کے کھنڈرات اور عظیم الشان عمارتوں کے بلبے اس کے پر جلال ماضی کے آئینہ دار ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ گرامی قدر پر و فیروز اکٹر نذیر احمد صاحب صدر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنے سفر ایران کی واپسی پر سمنان کے آثار قدیمہ کے بارے میں بعض مفید باتیں راقم الحروف کی بتائی تھیں اور جناب مولوی سیط حسن انچاب صاحب شعبہ مخطوطات، آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی نے بھی اپنی قیمتی شہادت کی بناء پر ان باتوں کی تائید و تصدیق کی تھی لہذا سمنان کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا وہ انہیں دو حضرات کے مشاہدات و اقوال اپنی ہے۔)

تھا شاہی نوازشوں کی بدولت سمنان کی گلی گلی اہل کمال سے بھری ہوئی تھی آج تک علماء امام علماء الدولہ سمنانی (۱) کا نام بڑی تعظیم سے لیتے ہیں کہتے ہیں کہ سلطان کے عدل و انصاف سے تمام رعایا اس قدر خوش حال تھی کہ لوگ ہجرت کر کے یہاں آ کر رہنے جاتے اور گویافت اقلیم کے دلوں پر یہاں کا سلطان حکومت کرتا تھا دار السلطنت میں خاص شاہی قصر عجیب مذاق کے موافق بناتھا اور عمارت کی سر بلند چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ استنبولی قالین تو فرش راہ تھا اور عیش و راحت کا شاہی انتظام تمام حکومتوں سے بڑھ کر تھا۔ خاندان سادات کو کوئی چھ پشت (۲) حکومت کرتے گزارتا تھا اور اب

۱۔ ابوالکلام کرکین الدین علاء الدولہ احمد بن محمد الیاباکی اسمنانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۳۶ھ) کی ذات گرامی آٹھویں صدی ہجری کے علماء و مشائخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ملک سمنان سے تعلق نسبی رکھتے تھے اور پندرہ سال کی عمر کے بعد وہ سلطان وقت (سید ابراہیم حنیف زمر) کی خدمت پر مامور ہوئے۔ ایک جنگ میں جب کہ سلطان اپنے دشمنوں سے نیروآ زما تھا، شیخ پر یکا یک جذبہ فقر و درویش طاری ہوا اور پھر سب کچھ چھوڑ کر وہ ۶۸۷ھ میں حضرت شیخ نور الدین عبدالرحمن کرتی حنیف (رحمہ) کی محبت میں بغداد چلے گئے۔ ۶۸۹ھ میں رشید دہایت کی اجازت پائی کہ ۷۰۰ھ سے ۱۶ سال کی مدت تک خانقاہ شیخ کیہ سمنان کو مرکز رشید دہایت بنایا۔ انہوں نے ۷۷۷ھ سے ۸۷۷ھ تک عراقی اور قطب زمان عماد الدین عبدالوہاب کے خلیفہ میں درجن ہوئے۔ (طائف اشرفی ص ۸۷) برکات چشتیہ ص ۲۹۹۔ ۳۰۰ و تحف الانس ص ۳۹۲۔ ۳۹۳) شیخ علاء الدولہ سمنانی حنیف (رحمہ) سلسلہ نقشبندیہ کے زبردست مبلغ تھے۔ انہیں شیخ اکبر حضرت عی الدین ابن عربی حنیف (رحمہ) کے نظریہ وحدۃ الوجود سے اتفاق نہ تھا اور اس سلسلے میں انہوں نے شیخ عبدالرزاق اکاشانی حنیف (رحمہ) جو اپنے وقت کے قابل قدر عالم اور خصوصاً الفہم کے شارح بھی تھے، سے مرادت بھی کی مگر شیخ کی تنقید رخ نہ ہو سکی۔ وہ اپنے علم اور زہد و تقویٰ کی بدولت جمہور مشائخ کے نزدیک ہمیشہ محترم و محترم رہے۔ شیخ کے کمال میں سے متعلق تفصیلی حالات مباحث الانس میں ملاحظہ ہوں۔

۲۔ یعنی سلطان ابراہیم بن سلطان سید عماد الدین نو چشتی بن سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر بن سلطان سید ظہیر الدین محمد بن سلطان سید تاج الدین بہلول بن سلطان سید محمود نور چشتی رحمۃ اللہ علیہم۔ (مخالف اشرفی، ورق ۱۱۳)

سلطان ابراہیم حبیبؒ (۱) کا زمانہ تھا۔

سلطان ابراہیم بادشاہ ہی تھے ادنیٰ ادنیٰ اشاروں پر لوگ پسینہ کی جگہ خون بہا دینے کو تیار تھے۔ گھر میں سلطان بیگم کی خدمت میں ہزاروں خواص رات دن حاضر رہتی تھیں اور اس گھر میں دنیا کے کسی غم کے لئے کوئی دروازہ نہیں بنایا گیا تھا مگر پھر بھی سلطان اور سلطان بیگم کا چہرہ غمگین و متفکر ہی رہا کرتا تھا اور کسی تدبیر سے پوری خوشی کی نشانیاں چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں وزراء و امراء نے ہزاروں تدبیریں کیں عظیم الشان جشن کی محفلیں کیں مگر غم ہے کہ دل سے نہیں نکلتا اور یہ غم اولاد کا تھا۔

سیدوں کا گھرانہ غم برداشت کرنا موروٹی تھا کبھی زبان پر ایک لفظ بھی ایسا نہ

آئے..... سلطان سید ابراہیم (السنی ۲۳۷ھ) حضرت خدوہ سلطان سید اشرف جہاگیر سستانی علیہ الرحمۃ کے والد بزرگوار تھے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سلطان سید ابراہیم بن سلطان سید عماد الدین نور بخشی بن سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر بن سلطان سید ظہیر الدین محمد بن سلطان سید تاج الدین بہلول بن سلطان سید محمود نور بخشی بن سید مہدی بن سید اکمل الدین بن سید جمال الدین بن سید حسین نہیف بن سید ابو ہزہ احمد بن ابو موسیٰ علی بن سید اسطیل ثانی بن سید ابوالحسن محمد بن سید اسطیل عارج بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت امیر المومنین امام اٹھتین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (سحائف اثری ج ۱۱۲)

سلطان ابراہیمؒ حدود درجہ کریم انیس اور انسانیت نواز تھے۔ ان کا تقویٰ اور اخلاص بالعمل کا جذبہ شہر سنان میں ضرب الغل تھا۔ دین سے ان کی غیر معمولی وابستگی کی یہ ایک تابناک مثال ہے کہ ان کے عہد میں ہزاروں لشکان علم و فن منزل مقصود پر پہنچے اور علماء و مشائخ کے لئے انہوں نے ہمیشہ اپنی عقیدت کا دامن پھیلائے رکھا۔ سلطان ابراہیمؒ نے مدارس اسلامیہ کی سرپرستی کے ساتھ خانقاہوں کی تعمیر و ترقی میں بھی نمایاں حصہ لیا، چنانچہ سنان کی مشہور خانقاہ کاسینہ کی دوبارہ تعمیر و توسیع سلطان ابراہیمؒ ہی کے دست کرم سے ہوئی جس کو شیخ علاء الدین سستانی حبیبؒ نے ایک عرصے تک اپنے اوراد و وظائف اور رشد و ہدایت سے رونق بخشی۔ خانقاہ مذکورہ پر سو ۱۰۰ دینار روزانہ خرچ ہوتے

تھے۔ (سحائف اثری ج ۱، ص ۸۷، ج ۲، ص ۹۰-۹۱)

آیا کہ لوگوں کو اس غم کا علم ہونے پاتا ہاں سلطان بیگم کبھی کبھی رات کو اپنے بزرگوں کی طرف متوجہ ہوتیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتیں کہ اے میرے رب تو نے اتنا دے رکھا ہے جس کا شکر گزار ہونا مجھے ضعیف سے دشوار ہے اب میرا منہ نہیں ہے کہ تجھ سے کچھ سے کچھ مانگوں۔ اور نہ اس قابل ہوں کہ جو کچھ مانگوں وہ ضرور پا جاؤں مگر اے داتا تو ہی بتا کہ سلطان کے بعد تیرے بندوں کا والی کون ہوگا اور کون انصاف فرما کر باپ دادا کے نام کو روشن کرے گا۔ تیری عطا کی ہوئی دو تین پچیاں ہیں اور کوئی لڑکا گھر کا چراغ نہیں ہے اس پر کوئی آٹھ سال ہوئے کہ مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں اس عرض میں کوئی سوال پیش کرتی ہوں میرے مالک میں نے غلطی کی میں تجھ سے مانگتے کا منہ نہیں رکھتی اور اقرار کرتی ہوں کہ تیری رضا سے راضی ہوں۔

سلطان بیگم ایک دن بعد نماز عشاء یہی کہتے کہتے رونے لگیں اور اس قدر روئیں کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور مصلے ہی پر سو گئیں خواب دیکھا کہ حضرت شیخ احمد یسویؒ (رحمہ اللہ) جو اس گھر ان کے بزرگوں میں سے تھے آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تو کیوں بے جا..... حضرت خواجہ احمد یسویؒ (رحمہ اللہ) (المتوفی ۱۱۶۶ھ، ۱۱۶۲ھ) ترکستان کے سلسلہ خواجگان کے مشہور بزرگ تھے اور ان کا شمار متقائے کاملین میں تھا۔ صاحب تاریخ مشائخ چشت نے لکھا ہے کہ وہ اتالیبوی کے نام سے مشہور تھے۔ اتاترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں جیسا کہ رشحات میں مذکور ہے "اتارا کہ بہ ترکی پدر است بمشائخ بزرگ اطلاق کنند" (تاریخ مشائخ چشت ۲۱۶ بر حاشیہ) اور ترکستان کے مقام یسوی کی نسبت سے یسوی کہلائے۔ حضرت خواجہ احمد یسویؒ (رحمہ اللہ)، حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ (رحمہ اللہ) (المتوفی ۵۳۵ھ) کے سرید و خلیفہ تھے جن کے بارے میں نجات الانس کے الفاظ یہ ہیں کہ "انسان غالباً وعارف و ربانی ضابطہ الاحوال والعلوم اہب الخویلیۃ والحرمانات والمقامات الخویلیۃ" حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ (رحمہ اللہ) کے چار تلمیذ القدر متعلقہ تھے، ان میں سے حضرت خواجہ احمد یسویؒ (رحمہ اللہ) تبلیغ و شاعت دین کی خاطر ترکستان، یونان اور اپنے سلسلہ ارادت و بیت کو خوب پھیلایا۔ (نجات الانس ص ۳۲۷-۳۲۸، خزینۃ الاسماء ص ۵۳۱-۵۳۲)

قرار ہوتی ہے مبارک ہو کہ تیرے وطن سے آفتاب ولایت طلوع ہونے والا ہے۔ صبح اٹھ کر سلطان بیگم نے سلطان سے سارا واقعہ خواب کا بیان کیا اور قصر شاہی میں خوشیاں منائی جانے لگیں۔ اسی زمانے میں اتفاق سے ایک مسلم الثبوت بزرگ ابراہیم مجذوب عبد (۱) ایک صبح کو قصر شاہی کے مجلس امیں نظر آئے۔ سلطان اور سلطان بیگم دونوں کو حیرت ہوئی کہ یہ کس راستے سے آئے ہیں پہرہ داروں نے کہا کہ دروازہ سے کوئی اندر نہیں گیا ہے۔ سلطان نے ابراہیم مجذوب عبد (۱) کو صدر مقام پر بٹھایا اور قدم بوس ہوئے ابراہیم مجذوب عبد (۱) نے فرمایا کہ اے سلطان تو بیٹا چاہتا ہے اور اس غم میں پریشان ہے ایک ہزار اشرفی دے تو اشرف عبد (۲) کو لے۔ سلطان نے فوراً اشرفیاں حاضر کیں ابراہیم مجذوب عبد (۱) نے فرمایا کہ قیمتی چیز تم کو مفت دی جاتی ہے۔ جاؤ تمہارے لڑکا پیدا ہو گا یہ کہہ کر وہ بزرگ اٹھے اور آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

۱..... شیخ ابراہیم مجذوب عبد (۱) سلطان سید ابراہیم عبد (۱) کے معاصر تھے اور سلطان کو ان سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ ہر وقت عالم جذب میں رہا کرتے تھے نجات الہی میں حضرت شیخ نجیب الدین علی بن قسطنطنیہ (۱) کو لے کر "دیوانہ عجیب بود" شیخ ابراہیم مجذوب عبد (۱) کی گراں قدر شخصیت کا ایک عنوان بنی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ مجذوب عبد (۱) چند روز تو کچھ نہیں کھاتے تھے اور ہر وقت آنے پر سونے کی بیفتست میں کھا جاتے تھے۔ اسی طرح کی اور بھی روایتیں ہیں جو ان کے خوارق عادات اور کرامات عجیبہ کی ختم ہیں۔

(تجلیات الہی ص ۳۲۳-۳۲۵ و لائف اشرفی ج ۱ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

۲..... یعنی حضرت غوث العالم، محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف بہاگیر سستانی قدس سرہ الخوانی بن سلطان سید ابراہیم عبد (۱)۔ بہار حج ج ۱ ص ۱۰۱ پر لفظ اشرفی کے تلفظ اور مفہوم کو یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ "اشرفی بسکون شین مجرہ و فتح راہ ہمدرد"..... ایں منسوب است با اشرف کہ پادشاہی بود، سکے زر بوزن وہ باش زبان اور ادراج یافت۔" اب اگر اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر حضرت شیخ ابراہیم مجذوب عبد (۱) کی گفتگو سے مطابقت کی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے سینے اسرار و مغارف کے آئینے ہوا کرتے ہیں!

خدا کی شان کہ اُس گھر میں سلطان بیگم کے ایک نہایت مبارک و مسعود و خوش اقبال اور خوبصورت لڑکا پیدا ہوا اُس بچے کا نام حسب ہدایت حضرت احمد یوسی حبیب لہو، اشرف رکھا گیا۔ ٹھیک اُسی دن حضرت امراہیم مجذوب حبیب لہو بھی آئے اور کہا کہ اے سلطان آج ہماری بیچ ختم ہوگئی اور ہزار ارشرفی کے بدلے تم کو قیمتی مال مل گیا۔ اس مسرت آگس موقع پر شاہی مہمان خانہ عرصہ دراز تک آباد کر دیا گیا۔ ساری رعایا کے گھر گھر گویا عید ہوگئی اور چراغاں سے سمنان میں مہینوں رات دن کافرق جاتا رہا، یہ کوئی ۸۰۸ھ کا واقعہ ہے۔

اوحد الدین

پیارے اشرف حبیب لہو، ماں باپ کی آنکھوں کے تارے اشرف حبیب لہو، کی پرورش آنغوش شاہی میں ہونے لگی۔ جب ماشاء اللہ سے چلنے پھرنے اور منہ سے بولنے کے دن آئے تو بڑے بڑے علماء اور ائمہ (۱) تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے۔ بلند اقبال اشرف حبیب لہو نے سات برس کی عمر میں سارا قرآن شریف ساتوں قرأت سے یاد کر لیا

۱۔..... مثل حضرت شیخ رکن الدین علاء الدین سنائی حبیب لہو (ان کا ذکر ماہیہ پر آچکا ہے)، حضرت شیخ عبدالرزاق کا شی کا شانی حبیب لہو جو اپنے وقت کے تہجد عالم تھے اور جن کے بارے میں خود حضرت خدام حبیب لہو کا ارشاد گرامی ہے کہ "اِس فقیر حضرت شیخ عبدالرزاق کا شی رسید و اکثر از فوائد مستفاد گشت" (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۹۹)، حضرت امام عبداللہ یاقینی حبیب لہو "مقتداے اولیاء و عسرو عیشاء بلخاء و ہر خرد یوند و عالم معلوم ظاہری و باطنی یہ تخصیص بیان تواریخ اولیاء کو یا آیتے بود کہ در شان ایشان نازل شد..... و اختصاں بانواع لطایف معارف آمیز و ظرایف کواشف انکیز یافتہ و مدتے در ملازمت شریف و مجامعت لطیف بشافت"۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۰)، حضرت سید علی ہمدانی حبیب لہو "جامع بودہ است در علم ظاہری و باطنی..... بے از فوائد سلوک و موانع سلوک و موانع و ازاد و اق کا از حضرت سید یاقیم اگر ہر سر مومے لسان گردد، شکر اواز ہزار ہی توأم گذرانید"۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۵۴) "پس دے متولد شدہ و بن مبارک بیچا رسال و چہار ماہ و چہار روز رسید بحدت شیخ عماد الدین تبریزی دس آواز کرد"۔ (مکاتف اشرفی درق ۱۱۴)

اور ماں باپ نے اب علم و کمال خاندانی کی طرف اُن کو بھجوا دیا۔ ابھی چودہ برس کی عمر ہوئی تھی کہ تمام علوم و کمالات میں سند حاصل کر لی اور عرب و عجم میں علمی کمال و تبحر کا آوازہ بلند ہو گیا اکابر علماء بغرض استفادہ و شاگردی حاضر ہونے لگے اور فارس کی تعلیم گاہوں میں مولانا اشرف حبیبؒ کا طوطی بولنے لگا۔

خدا کی شان دیکھو کہ ماں باپ کو جس قدر اس کی خوشی تھی کہ اُن کے بعد شاہی گھر آنا مولانا اشرف حبیبؒ کے دم قدم سے آ پاد رہے گا اُسی قدر مولانا اشرف حبیبؒ کو دنیا اور سامانی دنیا سے نفرت تھی۔ صرف والدین کے سلام و خدمت کا فرض مجبور کرتا تھا نہیں تو مولانا اشرف حبیبؒ کے قدم مدرسہ سے مسجد اور مسجد سے مدرسہ ہی آتے جاتے تھے اور برائے نام شاہی مجلسِ راہیں جانا ہوتا تھا۔ سند علمی حاصل کرنے کے بعد مدرسہ بھی چھوٹ گیا تھا اور مسجد سے باہر کوئی مولانا اشرف حبیبؒ کو کم دیکھتا تھا۔ طبیعت کا رجحان فقر و درویشی کی جانب زیادہ تھا اور عبادت الہی کا ذوق پورا پورا تھا اور کیوں نہ ہو ایک تو سیدوں کا گھرانہ تھا، نبی ﷺ کا خاندان تھا اُس پر آنکھ کھلتے ہی جس ماں کی گود میں پلے تھے اُن کو دیکھا تو اُن کو راجہ ثانیہ پایا۔ والدہ ماجدہ کا نام ثانی تو خدیجہ تھا مگر اُن کو عبادت اور بندگی الہی کا ایسا ذوق تھا کہ کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں ہوتی تھی لوگ ان کو راجہ ثانیہ ہی کہا کرتے تھے۔ مولانا اشرف حبیبؒ نے ان کی گود میں آنکھیں کھولی تھیں پھر بھلا وہ مسجد سے باہر کیوں نکلتے۔ مولانا اشرف حبیبؒ کی خیر میں طلب حق کا مادہ بچپن ہی سے تھا، جس بزرگ کو دیکھتے اس سے استفادہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام نے مراقبہ اسم ذات و پاس انفاس کی تعلیم دی تھی اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) نے اجازت از کار سلسلہ اویسیہ دی تھی اور یہی آپ کا معمول رہا۔ قضا را فراغت علمی

۱۔..... خیراں بیمن، سلسلہ اویسیہ کے بانی اور صوفیہ کے طبقاتی (۶۶۱ تا ۸۵۰ء) کے بے مثل نمائندہ تھے۔ ان کے حالات حضرت خواجہ فرید الدین عطار حبیبؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹،

کے دوسرے ہی سال سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور امراء و وزراء کے اصرار اور خود والدہ ماجدہ کے حکم سے مجبور ہو کر مولانا اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو تاج شاهی اپنے سر پر رکھنا پڑا اور اپنی عمر کے چند صوبوں میں مولانا اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمانروائی کے تحت سمنان ہو گئے اور مولانا سلطان سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا سکہ جاری ہو گیا۔ آپ کے زمانے میں عدل و انصاف اپنی معراج کو پہنچ گیا اور سمنان ایک علمی مرکز بن گیا۔ وادو ہستاد اور خدمت دین و اہل دین کو دیکھ کر سلاطین زمانہ تحت سمنان سے رشک کرنے لگے اور عام و خاص دینی کارناموں کو دیکھ کر سلطان سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو اوحاد الدین کہنے لگے اور سلطان اوحاد الدین سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ کر لوگ آپ کو یاد کرنے لگے۔ سلطان اوحاد الدین سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو روز چاہتے تھے کہ تحت و تاج کولات مار کر کنارہ کش ہو جائیں

علامہ شہاب الدین اقلیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب اقلیہ بی (مطبوعہ) کے ص ۱۳۶، ۱۳۵ پر حضرت اولیٰ قریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کے سلسلے میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جن کے اصل الفاظ یہ ہیں: ”وَوَدَّیْ أَبِیْسَرُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَیْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا يَزِيدُ بَابَ اسْتِغْفَارٍ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ مِنْهُ فَأَفْعَلَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى عُمَرَ سَأَلَهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ فَاسْتَغْفِرَ لَهُ“ یعنی اسیر ابن جابر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت رسول ﷺ نے فرمایا کہ خیر الائمین ایک مرد ہے جس کا نام اولیس ہے جو تمہارے پاس مجاہدین اسلام کی مدد کیلئے یمن کے امدادی لشکر کے ساتھ آئے گا۔ اگر وہ کسی بات پر خدا کی قسم کھائے گا تو خدا سے ضرور تمام فرمائے گا۔ پس موقع نصیب ہو تو اپنے لئے اس سے دعائے مغفرت کراؤ۔ راوی (اسیر ابن جابر رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حضرت اولیس رحمۃ اللہ علیہ سیدنا فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں تشریف لائے تو حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرائی اور انہوں نے آپ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صاحب کتاب اقلیہ بی رقمطراز ہیں کہ حضرت اولیس روز مہین حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے اور اسی دن شہید بھی ہوئے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت اولیس قریٰ رحمۃ اللہ علیہ رفعت و منزلت اور تقدس و برتری کے اعتبار سے پانچویں درجہ اور ہی لئے انھیں ”خیر الائمین“ کہا گیا ہے۔

اور اپنے چھوٹے بھائی مولانا سید محمد (۱) کو جہانپانی سپرد فرمادیں مگر ایک تو والدہ ماجدہ کا دباؤ تھا دوسرے حضرت خواجہ خضر نے آکر کہہ دیا تھا کہ ابھی کچھ دنوں تک اپنے قدم سے تخت شاہی کی عزت افزائی فرماتے رہئے اس کے بعد جو مناسب ہوگا دیکھا جائے گا، مجبوراً آپ کو تاجداری کرنی پڑی۔

کبھی کبھی فوجی نمائش کے محاسبہ کے لئے جب سلطان بنام سیر و شکار نکلتے اور کسی فوجی آدمی کی کوئی بے عنوانی دیکھتے تو اسی وقت تنبیہ فرما دیتے ادنیٰ ادنیٰ شخص بڑے بڑے فوجی افسروں کی گرفت کرتا تھا اور دربار شاہی سے کامیاب ہوتا تھا ہر شخص کی فریاد براہ راست دربار سلطانی میں جاتی تھی اور انصاف کی طاقت سے شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ (۲)

۱۔ بعض تذکروں میں سید محمد کے بجائے محمد اعراف یا صرف اعراف درج ہے جو اشرف کا قافی بھی ہے۔ لیکن اس قافیہ پائی کے تاریخی تناظر پر انہیں ہوتا کیونکہ لطائف الاشرف ج اول ص ۷۱ کی یہ عبارت ”چوں امراض از سریر سلطنت واعراض از سریر مملکت کرم و تقویٰ احکام جہانداری و تقلید سرانجام شہریاری بہ برادر اعزاز شد مہدیہ سلطان محمد محمود“ اعلیٰ مراتب کے ساتھ سید محمد نام کی تائید اور اعراف نام کی نفی کرتی ہے۔

(نیز ملاحظہ ہو مصنف الاشرفی ورق ۱۱۳ و برکات چشتیہ ۳۹۰)

۲۔ حضرت محمد دوم سلطان سید اشرف جہانگیر ستانی قدس سرہ کے دس سال عہد خلافت میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ہیں ان کا کتابیہ اظہار حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے متن کتاب میں کر دیا ہے لیکن انکی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان بنام سیر و شکار نکلا اور دو تین دن تک یہ تقریبی مشغلہ جاری رکھا۔ سلطان کے سپاہیوں کی جماعت مختلف سطوں میں جتوئے صید کیلئے منتشر ہوئی لیکن سلطان نے اپنے ہاتھوں سے کسی جانور کا ذیہ نہیں پہنچائی۔ اگر کوئی زندہ شکار آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ ازراہ ترجمانے فضا میں چھوڑ دیتے تھے۔ اسی دوران قیام میں ایک ضعیف سلطان کی خدمت میں پہنچ کر شکوہ سنج ہوئی کہ ایک سرکاری آدمی نے اس کے وہی کا استیصال بالمجر کر لیا ہے۔ اس شکایت کو سنستے ہی حکم سلطانی نے سارے سپاہیوں کو فوراً ایک جگہ جمع کر دیا اور ضعیفہ نے اسل مجرم کی شناخت بھی کی لیکن مجرم کے انکار پر وہ کوئی شہادت نہ پیش کر سکی۔ ایسی صورت میں ضعیفہ تاب سلطان نے یہ حسن تدبیر اختیار فرمائی کہ استغفار کے ذریعہ تازہ وہی کو شکم سے باہر نکوا دیا اور جرم ثابت ہو جانے پر مناسب تادیب کاروائی بھی

ترک سلطنت

مش مشہور ہے کہ دن گزرتے کچھ نہیں جاتے۔ سلطان اوحدا الدین سید اشرف حیدرؒ کو فرما کر دوائی کرتے دس (۱۰) یا بیس (۲۰) برس (۱) گزر گئے اور پتہ نہ چلا۔ اب وہ وقت آگیا جس کی تمنا سلطان کو ہمیشہ سے تھی مگر عام بشریت اس کے سمجھنے سے عاجز ہے ہم تو گرو پیش پر جب نظر کرتے ہیں تو کوئی چھوٹی بڑی ہستی ایسی نظر نہیں آتی جو

کی۔ (لغائف اشرفی ج ۲ ص ۹۱)

سلطان کے عہد خلافت کا دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ مسافروں کی جماعت کے ایک فرد نے اپنی جماعت پر دربار سلطانی میں یہ الزام لگایا کہ اس کی کمر سے بندی ہوئی چالیس اشرفی غفلت میں نکال لی گئی ہیں۔ جب مسافروں کی جماعت نے حاضر دربار ہو کر جرم سے انکار کیا اور اپنی بے گناہی کے لئے قسمیں کھائیں تو سلطان نے اتمام حجت شرعی کے باوجود ایک حکمت عملی کے پیش نظر ہر مسافر کے قلب پر ہاتھ رکھا تو حقیقی جرم کا اشتعال و التهاب دفعہ بوجہ گیا۔ اس نفسیاتی طرزی سے جرم آشکارا ہو گیا اور مجرم نے درباری جلال سے مرعوب ہو کر جرم کا اعتراف و اقرار کر لیا۔ جب اس نے زمرہ وقت کو نکالا تو ایک اشرفی شمار میں کم ہوئی جو خرچ ہو گئی تھی۔

(لغائف اشرفی ج ۲ ص ۹۱)

تیسرا واقعہ مغلوں سے ایک جہاد کا ہے جس میں بالآخر سلطان کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ اسی جہاد میں پچاس ہزار مغل سپاہی مارے گئے اور حضرت حاجی نظام بخاری جامع لغائف اشرفی کے لفظوں میں ”وخی اور مقتل سے میدان جنگ اور نیلے برابر ہو گئے تھے“۔ مالی قسمت میں میں ہزار سے زیادہ غلام، آٹھ ہاتھی اور بے شمار چوپائے نیز جنگی اسلحہ اسلامی فوج کو تیسرا نئے۔ لغائف اشرفی میں اس جہاد کا ذکر ادبی حسن و شکوہ کے ساتھ کئی صفحات پر مشتمل ہے۔

(ملاحظہ ہو: لغائف اشرفی ج ۲ ص ۱۱ تا ۱۱۱)

۱۔ حضرت محمد و سنانی قدس سرہ کی خلافت کی مدت دس (۱۰) سال ہے۔ ۳۳ھ میں یعنی فراغت علمی کے دوسرے ہی سال حضرت حیدرؒ کے والد بزرگوار سلطان سید ابراہیم حیدرؒ کا انتقال ہو گیا، پھر شاہی رسم کے مطابق امرائے سلطنت و عہدہ دارین مملکت نے آہی سال حضرت حیدرؒ کو تخت سنان کا فرمانہ دیا۔ خزانہ الامنیہ، ج ۱ اول ص ۱۷۱ میں ہے کہ ”پڑا عالی قدر دی سلطان ابراہیم بادشاہ سنان یوں، چون او وقت کرودی برخت سلطنت اجلاس نمود“ ۳۳ھ میں حضرت حیدرؒ نے ترک سلطنت فرمایا اس اعتبار سے مدت خلافت دس (۱۰) ہی سال ہوتی ہے لیکن حضرت حیدرؒ کی ولی عہدی کا زمانہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو بیس (۲۰) سال پورے ہو جاتے ہیں۔

راحت دنیا سے متنفر ہوا اور جسے سامانِ عیش کا لٹے کھاتا ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تخت و تاج، خود مختاری اور سوراخ کے لئے لوگوں نے ایمان کو قربان کر دیا ہے۔ اور ایک ایک ڈھر بلکہ ایک ایک دانہ پر روپے پانی کی طرح بہا دیتے ہیں مگر اپنی چیز نہیں چھوڑتے۔ امیر ہو یا غریب سبھی چاہتے ہیں کہ موجودہ حالت سے بہتر آرام کا سامان مہیا ہو جائے اس کے لئے خواہ انسان کے خون کی ندیاں بہہ جائیں خواہ زندہ ہستیاں کھڑی جلادی جائیں مگر اپنا جہنم بھرا ہی رہے اور سچ پوچھو تو بیدینی دگر باہی اور نیکیوں سے سستی اسی زال دنیا کے چولی دامن کا نام ہے۔ کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا اور الوہیت کی ڈیگ مارتا ہے تو دوسرا اللہ رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار میں بد زبانیاں اور منہ زوریاں دکھاتا ہے کہ چار آدمی میں نام بڑھے اور فرقہ بندی کر کے چار پیسے پیدا کئے جائیں تاکہ دنیا آرام سے گزرے۔ کیا جتنے موٹر اور فٹن گاڑیاں تھیٹر کے دروازے پر نظر آتی ہیں مسجد کے دروازے پر بھی ہوتی ہیں، ہرگز نہیں۔ کیونکہ راحتِ دنیا نے امیروں کے پاؤں میں بری جکڑ دی ہے اور اُن کا قدم مسجد کی طرف بڑھنے سے روک دیا ہے۔ کسی غریب کسان سے پوچھو کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو کہتا ہے کہ کھانے کمانے سے چھٹی نہیں ملتی۔ غرض امیر، غریب سب دنیا پر اس طرح فریفتہ ہیں کہ تہذیب و تمدن کسی کی پرواہ نہیں ہے اور نہ غریب دین کبھی بھولے سے یاد پڑتا ہے، چھوٹے بڑے یہی کہا کرتے ہیں کہ۔

یاں تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ تو عوام کا حال ہے اور خواص جو بیچ وقتہ نماز کے پابند، روزہ کے عادی، حاجی، حافظ، مولوی صاحب وغیرہ وغیرہ ہیں، ہم تو نہیں دیکھتے کہ اُن کو آرام و راحت سے نفرت ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ زمین، جانکاد، دولت، حکومت سے اسلام نے نفرت کی تعلیم نہیں

وی ہے اور بعض حالات میں یہ چیزیں اسلام کو بہت پسند آتی ہیں تاج و تخت والے اور زمیندار و تعلقدار کی فہرست میں بھی اللہ کے پیاروں کے نام ہیں اور بلاشبہ کب دولت پر اعتراض کرنا اور فقر و درویشی کے لئے ناداری یا مالی کمزوری کو ضروری جان کر ارباب کسب کی کتہ چینی کرنا سخت جہالت اور نہایت درجہ حماقت ہے مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ کسی قسم کا قلب و جگر تھا جس کے سر پر شاہی تاج ہے اور جس کے قدموں کا روند اہوا تخت سلطنت ہے، پیسہ، روپیہ، زمین اور جائیداد کا کیا ذکر ہے آزاد حکومت کا زریں تاج اور خزانہ شاہی کا زبردست سرمایہ اور وسیع حکومت پر کامل اقتدار اسے کچھ نہیں بھاتا اور عیش کی گھڑیاں اُس کو ستاتی رہتی ہیں۔ ہم تو جب گردن جھکا کر سوچتے ہیں کہ اپنا ایک پیسہ بھی چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اور اپنے کھیت کی ایک گھاس کوئی اُکھاڑے تو ہم فوجداری کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور اُس کی عزت، دولت اور جان ہماری نگاہ میں گھاس برابر بھی نہیں رہتی تو بیساختہ دل کہتا ہے کہ ترک سلطنت ایک خرق عادت اور کرامت ہے اور عام بشریت کی قوت سے بالاتر بات ہے اس کے لئے اس برگزیدہ ہستی کی ہمت درکار ہے، جس کی جہانگیری کا آوازہ ملاء اعلیٰ میں بلند ہو چکا ہو اور جس کا طائرِ ہمت عرش پر پرواز کر رہا ہو۔ افواجِ قدس جس کی پاسبانی کر رہی ہو اور قلعہ ولایت جس کی حفاظت کے لئے ہو۔ قصرِ قطیعت میں اُس کا مسکن ہو اور خزانہ کرامت پر اس کا اقتدار ہو۔ تخت ارشاد جس کا پامال ہو اور تاجِ غوثیت جس کے سر پر جگمگاتا ہو اور محبوبیت کا جامہ جس کے بدن پر زیب دیتا ہو اور سچ تو یہ ہے کہ ترک سلطنت کرنے والے کی حقیقت کا سمجھنا ہم سے دشوار ہے۔ بس آفریں ہے ایسے قلب و جگر پر جس نے سلطنت کو گھاس پھوس کے برابر نہ سمجھا اور دنیا کو اس طرح لات مار دیا جیسے دشمن کو کان پکڑ کے نکال دیا جائے ہم تو

جس قدر ترک سلطنت کی ہمت کو سوچتے ہیں اُتنا ہی سوچتے سوچتے تھک کر بدحواس ہو جاتے ہیں اور خاک سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر حال کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے مگر سلطان اوحید الدین سید اشرف عبداللہ کو دیکھئے کہ دس (۱۰) یا بیس (۲۰) برس تاجداری کی تھی کہ ۲۷ رمضان المبارک شب قدر میں حضرت خواجہ خضر آگئے اور کہا کہ اشرف اب وقت آ گیا اٹھ کھڑے ہو اور ہندوستان کی طرف چل دو تمہارے پیر تمہارا بڑا انتظار کر رہے ہیں۔ سلطان اس خبر سے خوش ہو گئے۔ نماز فجر پڑھ کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال کہہ کر رخصت و اجازت سفر طلب کی۔ ماں نے ناز پر درودہ فرزند کو خوشی سے الوداع کہا اور فرمایا کہ جان مادر! تمہارے نانا حضرت احمد یسوی عید لڑے تمہاری پیدائش سے پہلے مجھ سے خواب میں فرمایا تھا کہ تیرے لڑکے لڑکے سے آفتاب غوثیت نکلے گا، جاؤ تم کو تمام عالم کی فریادری مبارک ہو۔ سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی سلطان مولانا سید محمد عبداللہ کو تخت و تاج دیا اور سب سے منہ موڑ کر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۱)

سفر ارادت اور تنہائی

تارک السلطنت مولانا السلطان عبداللہ مادرِ مشفقہ کی اجازت لے کر مجلسِ ا سے نکلے اور شاہی تاج و لباس کو اُتار کر تہ بند باندھا اور ایک کمل اوڑھ لیا اب نہ تاج نہ رہانہ لباس فاخرہ رہا جس سر پر ابھی تاج شاہی جگمگاتا تھا وہ طلبِ مولیٰ میں برہنہ ہو گیا جو جسم

۱..... حضرت بندگی نظام الدین ایشوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت امیر کبیر سید اشرف جہانگیر عبداللہ را بخلاف ایران دے سلطان جی مطلق گویند زیرا کہ سلطنت ظاہری ہم میداشت“ اور حضرت ملک محمد جاسی عبداللہ کا قول ہے کہ ”در صدیقین امت محمد ﷺ دو کس بسبب ترک سلطنت بر صبیح اولیاء اللہ فضیلت دارند۔ اول سلطان الکونین خواجہ ابراہیم ادم رضی اللہ عنہ دوم سلطان سید اشرف جہانگیر عبداللہ (مخالف اشرفی ورق ۱۱۳)۔“

شاہی لباس سے آراستہ تھا وہ راہ حق میں مکمل پوش ہو گیا جس کا تخت شاہی پامال تھا وہ تلاش محبوب کو پایادہ تیار ہو گیا غرض اسی شکل میں آپ نے تمام وزراء و امراء، عمامہ و خواص علماء سے وداعی معافہ و مصافحہ کیا ادنیٰ اور اعلیٰ زیارت کے لئے ٹوبے پڑتے تھے اور روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ سلطان سید محمد عبید اللہ بڑے بھائی کی جدائی سے رورہے تھے اور سینہ سے لپٹ کر اس طرح پکڑے ہوئے تھے کہ گویا چھوڑنے کا ارادہ ہی نہ تھا، خود تارک سلطنت مولانا السلطان عبید اللہ اس منظر سے متاثر ہوئے اور بھائی کے گریہ و زاری سے آبدیدہ ہو گئے لوگوں نے سمجھا بھجا کر بھائی کو بھائی سے نامعلوم زمانے تک کے لئے جدا کر دیا۔ سلطان نے اپنی سواری کے خاص گھوڑے کو لیا، اس پر سوار ہوئے مہریان ماں کے حکم سے بارہ ہزار لشکری آپ کے ساتھ ہوئے جن میں دو ہزار ایسے تھے جو ہمیشہ سیر و شکار میں مولانا السلطان عبید اللہ کے ہمراہ رہا کرتے تھے حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی عبید اللہ بھی چند منزل رخصت کرنے کے لئے چلے آئے تھے سمنان سے نکلتے ہی مولانا السلطان عبید اللہ پر جذب و وجد کا پُر کیف غلبہ طاری ہوا اور فی البدیہ آپ نے یہ نیر غزل فرمائی:

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی	محرم اسرار باجاناں شوی
پاہ تخت و تاج و سرور راہ نہ	تاسرائے کشور یزدان شوی
چیت دنیا کہنہ و بیانہ	دورہ آباد این ویراں شوی
تاجکے دروام دنیا ہائے بند	در ہوائے وانہ پراں شوی
دام فانی برگسل از پائے جاں	تو تو واصل باقی از سبحان شوی
برگذر از خواب و خور مردانہ دار	تا براہ عشق چوں مرداں شوی

گر نہی پا برسر اورنگ جاہ تارکش چوں اشرف سمنان شوی
 بارہ ہزار فوجی جو ساتھ تھے اُن کو تیسری منزل سے رخصت کر دیا صرف عید نامی ایک شخص
 رہ گیا جس کی اکثر ضرورت بھی رہتی تھی اور وہ خود بھی ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا جب آپ
 اس کو اجازت رخصت کی دیتے تو وہ قدموں سے لپٹ کر رونے لگتا مگر آپ نے بڑے
 اصرار سے اُس کو مجبور ہی فرما دیا اور سمنان واپس کر دیا۔ کچھ لوگ ملک ماوراء النہر تک بھی
 ساتھ چلے آئے تھے آپ نے یہاں سے سب کو واپس فرما دیا صرف دو ہمراہیوں کو ساتھ
 لے لیا۔ چلتے چلتے بخارا پہونچے تو ایک ہوشیار مجذوب کا سامنا ہو گیا، مجذوب نے مولانا
 السلطان عبدلہ کو سر پکڑا اور اپنا سر اُس پر رکھنے لگے۔ اس حرکت سے سلطان عبدلہ پر
 ایک طرح کی غشی طاری ہو گئی، مجذوب صاحب ہٹ گئے اور پورب کی طرف اشارہ کر
 کے کہا کہ ادھر جلد جلد جاؤ۔

مولانا السلطان عبدلہ دونوں ہمراہیوں کے ساتھ مشرق کی طرف چلے اور بلا
 توقف جلد جلد مسافت طے فرمانے لگے۔ راستے میں شہر سمرقند ملا یہاں شیخ الاسلام نے
 تاز لیا کہ یہ شاہی شان کے مہمان ہیں، دعوت میں بڑا تکلف کیا اس تکلف سے مولانا
 السلطان عبدلہ کو سخت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ فقیروں کو ان تکلفات کے جھگڑوں سے کیا
 مطلب ہے آپ نے سمرقند سے نکلتے ہی دونوں ساتھیوں کے گھوڑے ایک غریب کو
 دیدیئے اور اپنی سواری کا گھوڑا بھی ایک محتاج کو دے ڈالا اور فرمایا کہ گھوڑوں کو علیحدہ
 کر دینا بہتر ہے نہیں تو درویشوں کو رسوا کر ڈالیں گے۔ اب مولانا السلطان عبدلہ جن
 کے قدم چند روز پیشتر تخت سلطانی کو پایا مال کر رہے تھے اور جن کو دو قدم بھی پیدل چلنا نہیں
 پڑا تھا جن کے لئے سواری کا جہوم دروازے پر رہتا تھا آج ایک دور دراز مسافت طے

کرنے کے لئے پایادہ تیار ہو گئے۔ زمانہ شاہی کی صرف ایک بچی، بچائی نشانی بھی آج دور کر دی گئی، گھوڑا جدا کر دیا گیا اور پیدل سفر اختیار فرمایا۔ رات ایک گاؤں میں بسر ہوئی۔ تھکان سفر سے گہری نیند آئی، آدھی رات کو آنکھ کھلی تو دونوں ساتھی سو رہے تھے، آپ نے خیال کیا کہ ان دونوں کو بھی واپس کروینا اچھا ہے جب پوری تنہائی ہوگی تو عالم تجرید کا فیضان زیادہ ہوگا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ آپ نے دونوں ہمراہیوں کو وہاں سے واپس کروایا اور تنہا تلاش شیخ کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

تنہائی کیا چیز ہے اس کو آپ اپنے دل سے پوچھئے اہل دنیا کیلئے بڑی سے بڑی بلا اور سخت سے سخت عذاب تنہائی ہے۔ لوگ اس کو نیکی کہتے ہیں اور تنہائی کا نام سن کر رو پڑتے ہیں۔ تعزیرات حکومت میں قید تنہائی کی سزا سخت سزا سمجھی جاتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ دو گھنٹے کے سفر کے لئے کوئی ساتھی نہیں ہوتا تو ایک ایک قدم بھاری ہو جاتا ہے اور طبیعت گھبرا گھبرا اٹھتی ہے مگر مولانا السلطان عبدلہ کو دیکھئے جو کچھ دن پہلے امراء و وزراء کے جہر مٹ میں رہتے تھے اور امیر و غریب کا جہوم جن کے پاس جمع رہتا تھا، جن کے گھر رات دن آدمیوں کا میلہ لگا رہتا تھا اور جو ایک ساعت کے لئے بھی زمانہ پیدائش سے لے کر تنہا نہ رہے وہ آج خوشی سے بالکل یکہ تنہا ہو گئے اور نادیدہ راہ پر جس کی انتہا سے بے خبری ہے اکیلے چل کھڑے ہوئے۔ آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور اس کے سوا دوسرے کو ساتھی بنانا بڑی غلطی ہے۔ عالم تجرید و تغرید تنہائی چاہتی ہے اور یہ تنہائی نیکی نہیں ہے بلکہ یکتائی ہے۔

ہندوستان میں ورود اور تکمیل ارادت

سرفرد سے نکل کر جس گاؤں سے مولانا السلطان عبدلہ اکیلے اور پایادہ

سفر فرمانے لگے وہاں سے آپ کے جذباتِ ارادت و شوقِ بیعت کی کیفیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور شیخ کی تلاش اور پیرومرشد کی جستجو کے خیال کا غلبہ ہوا۔ آپ تھے تو سفر میں مگر آنکھ دیکھتے کوئی آپ کے آگے پیچھے نہ تھا نہ کسی سے بات چیت کرنا نہ کسی کی گفتگو سننا، چپ چاپ راستہ کاٹنے کے سوا کوئی آپ کا کام نہ تھا گویا ہر گھڑی آپ کو چلتے پھرتے خلوت نصیب تھی جس میں ذکر خدا اور رسول ﷺ اور خیالِ مرشد کے سوا کسی کی گنجائش نہ تھی، آپ کا قدم قدم میدانِ محبت میں پڑ رہا تھا اور راہ کا ہر خار، گل بونا نظر آرہا تھا نہ پیدل چلنا بار معلوم ہوتا تھا نہ ظاہری تنہائی کی گھبراہٹ تھی۔ بس ایک طلبِ شیخ کے دریا میں غواصی کرتے، عرصہء اخلاص و محبت کے بیابان کو طے کرتے، نیا دانہ کھاتے، نیا پانی پیتے سیدھے پورب کی طرف آپ جارہے تھے اور جلد جلد قدم بڑھا رہے تھے کہ آپ کو مہینوں بعد ہندوستان پہونچنا ہوا۔

لمتان کے قریب اوچے شریف (۱) میں آپ پہونچے تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مخدوم حبیبؒ نے فرمایا کہ

۱۔..... مختلف تذکروں میں اس مقام کا نام اوچہ، اوچہ، اچہ یا اوچہ بتایا جاتا ہے جہاں آٹھویں صدی ہجری کا شہر تھا۔ اب یہ ایک قریہ ہے اور اس کا موجودہ نام اُج ہے لیکن آج بھی یہ مقدس مقام زیارت گاہ خلائق ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حبیبؒ کے روحانی تصرفات کی آماجگاہ ہے۔

۲۔..... حضرت مخدوم سید جمال بخاری جہانیاں جہاں گشت حبیبؒ (۱۲۸۵ھ) ایک عظیم المرتبت شخصیت کے حامل تھے۔ انھیں ایک طرف علومِ اسلامیہ میں غیر معمولی استعداد تھی اور دوسری جانب وہ طریقت و تصوف کے آشنائے رموز و اسرار تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حبیبؒ فرماتے ہیں کہ ”جامع ست میاں علم و ولایت و سیادت“ (اخبار الاما خیا ص ۱۴۲) اسی طرح دوسرے تذکرہ نگار کا ارشاد ہے کہ ”ظاہری علم اور باطنی معلومات سب کچھ آپ کو حاصل تھی“ (ادکار اہرام ص ۱۱۲)۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت حبیبؒ (۱۲۸۵ھ) اشعیاں و معظمیہؒ کے عہد کو اس دار فانی میں تشریف لائے۔ انہوں نے ۸۷ سالہ زندگی میں تمام بلادِ اسلامیہ کی سیاحت فرمائی اور اپنے وقت کے علمائے عظام اور

مشائخ کبار سے فیض و برکات حاصل کئے۔ چنانچہ صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ ”سیاحت بسیار کردہ و از بسیاری از اولیاء لغت و برکت یافت..... وظیفہ چہارہ خانوادہ بود“۔

گلو ارباب روضہ مولوی محمد نوٹی کا اردو ترجمہ اڈاکار ابرار (مطبوعہ) میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے ص ۱۱۳، ۱۱۴ پر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کی تحصیل خلافت کا ذکر چودہ خانوادوں کے بجائے پندرہ خانوادوں سے تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے جن کی ترتیب یہ ہے:

حضرت سید کبیر بخاری (پدر بزرگوار) حضرت سید محمد بخاری اور بقول صاحب اخبار الاخیار حضرت شیخ صدر الدین بخاری (عم محترم) حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح، حضرت شیخ الاسلام محمود شاہ، حضرت امام عبد اللہ یافعی، حضرت شیخ ابوسعید یمنی، حضرت شیخ نور الدین علی ابن عبد اللہ طرابلسی، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ قطب الدین منور، حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی، حضرت نصیر الاولیاء چراغ دہلی، حضرت شیخ رکن الدین غنی، حضرت سید جلال اوجہوی، حضرت سید حمید الدین محمود چشتی سرقدی، اور حضرت شیخ نعم الدین اصفہانی علیہم السلام۔ اس اعتبار سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ نے پندرہ خانوادوں سے خلافت حاصل فرمائی تھی۔

پیش نظر کتاب (اڈاکار ابرار) کے ص ۱۱۴ پر یہ بھی تحریر ہے کہ ”ان کے سوا ۱۱ خانقاہیں جو صحت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں بہت سی ہیں“..... حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ خزانہ جلالی کے نام سے ہے اور شیخ جمال نای ایک مرید نے بھی حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی شہیدہ و غیر شہیدہ باتوں کو جامع العلوم جلالی کے نام سے مرتب کیا تھا جن کے مطالعے سے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی جلالت علمی اور عالی مقامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (اخبار الاخیار، اڈاکار ابرار)۔

واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ شہر آنچ بیو گنج کر تین دن تک حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے مہمان رہے، یہاں آپ نے عجاظیات کا مشاہدہ فرمایا اور نعمت ہائے گوناگوں سے مالا مال ہوئے۔ صحائف اشرفی میں مذکور ہے کہ ”ور خطہ اچہ بشف خدمت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرق گشت و نعمت قطبیت و خوشیت و شرف و اجازت و خلافت سلسلہ قادریہ حاصل نمود و ہنگام رخصت ذکر جہر تکلف اصحاب و تحوید غفوری برائے جملہ امور بدست آورد و نعمت ہائے متواثرہ کہ از کار بردگار و اعظم دیار و امصار بکفرت مخدوم جہانیاں رسیدہ بود نصیب دئے گشت“۔ (عریہ حالات کے لئے ملاحظہ ہو لطائف اشرفی ج ۲ ص ۹۴، خزینۃ الصغیاء ج ۲ ص ۶۵ تا ۶۳)۔

عرصہ کے بعد ایک طالب صادق کی مہک نے دماغ کو معطر کیا ہے اور ایک زمانہ کے بعد ایک فرزند رسول ﷺ کے دیدار نے مسرور کیا ہے۔ اے سلطان سید اشرف عبد اللہ! بس جلدی کرو اور دربار شیخ میں بجلت حاضر ہو، میرے بھائی حضرت شیخ علاء الحق والدین عبد اللہ (۱) تمہارا انتظار کر رہے ہیں جب آپ نے اپنے برکات و نعمات سے آپ کو مال مال کر دیا تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور منزلیں طے کرتے وہلی پہونچے۔ یہاں ایک ماہ صورت بزرگ طے اچھ فرمایا کہ اے اشرف! دیکھو بڑی جلدی کرو، راستہ میں کہیں نہ ٹھہرو، میرے براور حضرت شیخ علاء الحق والدین عبد اللہ تمہارے بیحد منتظر ہیں۔ آپ دارالسلطنت دہلی سے بھی نکل پڑے اور تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ راستہ میں بہار شریف ملا، جس دن آپ بہار شریف پہونچے تھے اُسی دن حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ (۲) کا وصال ہوا تھا۔ اختلاف روایات کی وجہ سے

۱۔ سلطان المرشدین حضرت شیخ علاء الحق والدین قدس سرہ (المتوفی ۸۰۰ھ) حضرت شیخ سراج الدین عثمان مشہور بانی سراج قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت انبی سراج عبد اللہ کو حضرت محبوب الہی شیخ نظام الدین ادویا عبد اللہ نے سند خلافت دے کر ”آئینہ ہند“ کا خطاب عطا فرمایا تھا (ملاحظہ ہواخبار الاخیار، مراۃ الاسرار، اذکار ہمار، سیر الاولیاء، مدوختہ الاقطاب وغیرہ)

حضرت انبی سراج عبد اللہ کی فیضانِ نظر کا یہ کرشمہ تھا کہ حضرت شیخ علاء الحق سلطان المرشدین کہلائے اور بصیرت و معرفت کی اس منزل رفیع پر قیام پزیر ہوئے کہ ملک سنان کا سلطان (حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سنانی عبد اللہ) تخت شاهی کو ٹھکرا کر آپ کی بارگاہِ یکس پناہ میں جہنِ عقیدت کو جھکانے کے لئے پہونچ گیا۔ (اس سلسلے میں معارج الہایت اور خزینۃ الاسفیاء بھی ملاحظہ ہو)

۲۔ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ بن اسرائیل منیری عبد اللہ (المتوفی ۸۲۳ھ) ہندوستان کے مشاہیر مشائخ اور اولیاء کبیر میں نمایاں اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ صالحہ کے حامل تھے۔ بقول صاحب اخبار الاخیار ”چہ احتیاج کہ کسی ذکر متائب او کند“ حضرت مخدوم الملک عبد اللہ آغا سبلوک کی منزل میں اصلاحِ نفس کی خاطر

یہ صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ آپ بہار شریف قدوسی شیخ سے پہلے پہونچے تھے یا بیعت و ارادت کے بعد وہاں پہونچنا ہوا تھا مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس دن آپ بہار شریف پہونچے تھے اسی دن حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم کو نور ولایت سے آپ کی آمد معلوم تھی اسی لئے سب خادموں اور وارثوں کو وصیت فرمائی تھی کہ ایک صحیح النسب سید فرزند رسول ﷺ تارک سلطنت اور ساتوں قرأتوں کا حافظ آ رہا ہے۔ میرے جنازہ کی نماز وہی

داس کو ہمیں رہا کرتے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ اپنے ایک غلام تو حانامی کے ہاتھ کھانا بھیج دیا کرتی تھیں، لیکن آپ اپنی عبادت و ریاضت میں اس قدر مست رہے کہ غلام دنیاوی کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا۔ (اذکار ابرار ص ۹۷)

ایسی غیر معمولی ریاضت شاقہ کے بعد حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم نے ایک خضر منزل کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس فرمایا جو منازل عرفانیات کا دامن بھی ہوا اور مینا بھی..... چنانچہ آپ حضرت محبوب الہی شیخ نظام الدین اربابہ قدس سرہ سے بیعت کے لئے وہلی روانہ ہوئے اور وہلی پہونچنے سے قبل ہی حضرت محبوب الہی عبدلرحیم کا وصال ہو گیا، لہذا آپ نے حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی عبدلرحیم (المتوفی ۷۳۳ھ) سے اجازت رشد و خلافت حاصل فرمائی (اخبار الاخیار ص ۱۱۸، خزینۃ الاصفیاء، ج ۳ ص ۲۹۱) علاوہ ازیں ایک دوسری روایت بھی ہے کہ حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم کے وہلی پہونچنے پر حضرت محبوب الہی قدس سرہ باحیات تھے اور حضرت ہی کے حکم سے حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم، حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی عبدلرحیم کے کا شانہ فیض پر حاضر ہوئے (اذکار ابرار ص ۹۸، لطائف اشرفی ج ۱ ص ۳۷۷) حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم کو کچھ کہیر روشن ضمیر نے فرمایا کہ ”برسوں سے یہ درویش تمہاری امانت تم کو دینے کے لئے منتظر ہے۔“ (اخبار الاخیار ص ۱۱۸، اذکار ابرار ص ۹۸، خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۲۹۱) حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم نے خلافت و ارادت اور امانت روحانی حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن مالونہ کی جانب مراجعت فرمائی اور ایک طویل عرصے تک خلق خدا کے لئے چشمہ فیضان و ہدایت بنے رہے۔ اس ضمن میں صاحب خزینۃ الاصفیاء نے حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی عبدلرحیم کے منیر شریف تشریف لانے اور حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم کے جنازے کی نماز پڑھانے کا ذکر بھی بالتفصیل کیا ہے لیکن اس کی زیادہ وضاحت حیات غوث العالم کے متن میں موجود ہے (تیز ملاحظہ ہو: لطائف اشرفی ج ۳ ص ۹۴، ۹۵)

حضرت مخدوم الملک عبدلرحیم کی تصانیف میں مکتوبات، معدن العانی، اور شاواہد الگلین اور شرح آداب المریدین کو زیادہ شہرت ہے لیکن بقول صاحب الاخبار الاخیار ”از جملہ تصانیف و مکتوبات مشہور و لطیف ترین“۔

پڑھاویں۔ چنانچہ لوگ منتظر تھے۔ ابھی ذرا سی دیر ہوئی تھی کہ شیخ جلائی نامی ایک بزرگ آبادی سے باہر آکر تلاش کرنے لگے کہ کوئی آتا ہو۔ آپ بہار شریف پہنچتے ہی شہر میں داخل ہو گئے، شیخ جلائی نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ انھیں کی تلاش ہم کو ہے، دوڑ کر پوچھا کہ آپ سید ہیں۔ آپ نے بڑی عاجزی سے فرمایا کہ ہاں! اسی طرح سب علامتوں کو پوچھا جب سمجھ گئے کہ انھیں کے متعلق حضرت مخدوم الملک عبداللہ نے امامت کی وصیت فرمائی ہے تو آپ کو حضرت مخدوم الملک عبداللہ کے خلفاء سے ملایا اور جنازہ کے پاس لے گئے۔

سب لوگوں نے آپ سے نماز پڑھانے کو کہا، پہلے تو آپ نے بطور انکار انکار فرمایا اور پھر اصرار سے مجبور ہو کر نماز پڑھائی۔ جن محققین کے نزدیک بہار شریف کی آمد بیعت سے پہلے ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت مخدوم الملک عبداللہ کے دفن سے فراغت ہوئی تو آپ کو بے چینی پیدا ہوئی اور خیال ہوا کہ شاید یہ میرے شیخ کا جنازہ تھا، اس خیال کی تائید ایک تو اس بات سے ہوئی کہ راستے میں سب بزرگوں نے جلد جلد سفر کرنے کی تاکید کی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا آخری زمانہ ہے۔ لہذا مجھ سے ضرور تاخیر ہوئی اور میں صحبت شیخ سے محروم رہ گیا دوسری تائید اس بات سے ملتی تھی کہ آپ کے خیال میں بہار شریف ملک بنگالہ کی آبادی تھی اور آپ کو معلوم تھا کہ میرا پیر و مرشد بنگال میں ہے اس خیال کا آنا تھا کہ آپ کا دل تڑپ اٹھا اور نامی بے آب ہونے لگا، دماغ میں قیامت خیز صورتیں ہزاروں ہنسیں اور مٹ مٹ جاتیں، جگر میں ایک ٹیس اٹھتی اور بے چین کر دیتی، آپ سوچنے لگے کہ جس یار کی خاطر ملک و دیار چھوڑا، اعزہ و اقرباء چھوٹے، تحت چھوٹا، وطن چھوٹا، راج چھوٹا، آہ آہ کہ آج وہ یار و دلدار چھوٹا، ہائے وہ چھوٹا جس کے لئے سب کچھ چھوٹا۔ یہ تو بہت دیکھنے میں آیا ہے کہ پیر صاحبان موٹے موٹے مریدوں

کی تلاش میں نکلتے ہیں اور نہ پانے پر غمگین ہو جاتے ہیں مگر مولانا السلطان عبداللہ اس خوبی میں اپنی مثال نہیں رکھتے کہ مال و دولت اور گھر یا کوئی چیز کی تلاش کو نکلتے ہیں اور اس خیال سے کہ پیر نہیں ملا، صدقات کی گھنگھوڑ گھٹائیں گھر کر سامنے آگئی ہیں۔

مولانا السلطان عبداللہ کی زندگی میں یہ پہلا دن تھا کہ غم کا بوجھل پہاڑ سر پر گرا تھا اور مصیبت کا خوفناک مجسمہ پیش نظر تھا۔ قریب تھا کہ قلب نازک پاش پاش ہو جائے اور گریبان کے ساتھ ساتھ جگر بھی چاک چاک ہو جائے کہ اسی حالت میں حضرت مخدوم الملک عبداللہ کی روحانیت آگئی اور فرمایا کہ فرزند ارشد! خاطر جمع رکھو تمہارا پیر اب تک جلوہ افروز مسندِ رشد و ہدایت ہے اور تمہارا انتظار فرما رہا ہے۔ اس خبر نے آپ کوئی زندگی بخشی اور تمام بدن میں عید کی سی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور آپ قیام گاہ پر مطمئن تشریف لائے۔

اتنے میں خبر آئی کہ حضرت مخدوم الملک عبداللہ کے مزار پر انوار سے حضرت کا ہاتھ نکل آیا ہے۔ قبر شریف کے کنارے کنارے عام و خاص کا ہجوم ہو گیا اور کسی کی سمجھ میں یہ معرعہ نہیں آیا کہ کیوں ہاتھ نکلا؟ تمام خلفاء و مریدین متحیر تھے اور کوئی بات کی یہ کہ نہیں یہ بچپن تھا لوگوں نے آکر مولانا السلطان عبداللہ سے سارا حال عرض کیا اور کہا کہ حضور ہی فرمائیں کہ اس کا سبب کیا ہے؟ مولانا السلطان عبداللہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ کے پاس مردانِ غیب کی عطا کردہ ٹوپی تھی اور تم لوگوں کو وصیت فرمادی تھی کہ قبر میں اُس کو رکھ دینا مگر تم لوگ بھول گئے اُسی کو حضرت شیخ طلب فرما رہے ہیں سب نے کہا: ٹھیک ہے اور ٹوپی لے جا کر ہاتھ پر رکھ دی اُسی وقت ہاتھ قبر میں چلا گیا۔

آپ اُس رات کو حضرت مخدوم الملک عبداللہ کے مقبرہ میں رہے حضرت مخدوم الملک عبداللہ نے اپنے مکتوبات کو پڑھایا اور اپنے برکات سے مالامال فرما دیا اور فرمایا کہ

اور ایک دوسرا محافہ خالی اپنے ساتھ لے لیا اور آبادی پنڈوہ (۱) سے باہر تشریف لے جانے لگے حضرت شیخ کے چلتے ہی سب چھوٹے بڑے نیاز مند ساتھ ہوئے اور تمام شہر میں غل مچ گیا کہ حضرت شیخ کسی بزرگ کے استقبال کو جا رہے ہیں۔ اس خبر نے عام اہل شہر میں جوش پیدا کر دیا اور لوگ جوق در جوق گھر سے نکل کر حضرت شیخ کے ہمراہ ہوئے۔ یہ عظیم الشان ہجوم لئے ہوئے حضرت ایک کنبھل کے درخت کے نیچے اترے اور وہاں ٹھہر گئے۔ سامنے غبار سا نظر آیا، تھوڑی دیر کے بعد معلوم کیا کہ مسافروں کا قافلہ آ رہا ہے، حضرت شیخ نے ایک خادم کو قافلے میں دریافت حال کئے لئے بھیجا اُس نے آکر بیان کیا کہ ایک نورانی شخص ملک سمنان کے رہنے والے جن کا نام اشرف ہے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت شیخ خوش ہو گئے اور چند قدم آگے بڑھے ادھر سے مولانا السلطان عبد (۲) دوڑے اور شیخ کے قدم پر سر کو رکھ دیا۔ حضرت شیخ نے سر کو ہاتھوں سے اٹھا کر سینے سے لپٹا لیا اور دیر تک سینے سے لگائے رہے اس کے بعد مولانا السلطان عبد (۳) سب لوگوں سے ملے اور حضرت شیخ کے سامنے باادب بیٹھ گئے اور عرض کیا:

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے بامیدی رسد امیدوارے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس امید کے لئے میں نکلا تھا اُس کو پا گیا۔

حضرت شیخ! فرزند اشرف! جس کے پاس تم پہنچنا چاہتے تھے وہ تمہارے ساتھ تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ تم کو آنکھ دیکھتے جدائی کی دشوار گزار گھڑیاں کاٹنی پڑیں۔

مولانا السلطان۔ (گردن جھکائے ہوئے)

فراق از خویشتن بنو دارادت چورفت از دست می باید کشیدن

زیادت از سکندر بود مارا ہوائے آب حیاں راجشیدن

۱۔ پنڈوہ شریف (PUNDUOAH) صوبہ مغربی بنگال کی مشہور زیارت گاہ ہے جہاں امام جب میں عرس کے موقع پر لاکھوں انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ کچھ چھ شریف کے ریلوے اسٹیشن اکبر پور سے پنڈوہ شریف کا فاصلہ ۸۴۸ کیلو میٹر ہے۔

چو ذرہ در ہوائے روئے خورشید بسر گردیدم از بہر رسیدن
 توانی زندہ کر دن مردہ را کہ جاں در جسم بے جاں بردمیدن
 تن بے جاں بعیسی دم رسیدہ بعیسی دم بدم تا دم رسیدن
 اے حضور مجھ پر جو گزری وہ تو گذر گئی اب قدم بوسی کی عزت نے گذشتہ مصیبتوں کو
 فراموش کر دیا ہے۔

حضرت شیخ: جس دن تم سمنان سے نکلے تھے اُسی دن سے ہر ہر منزل پر میں تمہاری نگرانی
 کرتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تم کو اپنے پاس دیکھتا ہوں میری ساری محنت ٹھکانے لگ
 گئی اچھا اب چلو یہ میرا محافہ ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔

مولانا السلطان: حضور یہ نہیں ہو سکتا کہ آقا سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔

حضرت شیخ: خیر میری خاطر سے سوار ہو جاؤ۔

مولانا السلطان: حضرت شیخ کے اصرار سے مجبور ہو گئے اور محافہ میں بیٹھ کر حضرت شیخ کے
 ہمراہ چلے جیسے ہی خانقاہ نگاہوں کے سامنے آئی مولانا السلطان عبد الرحمان سے بے
 اختیار کود پڑے اور حضرت شیخ کے سامنے سر جھکا کر عرض کرنے لگے۔

غزل

رفت وجود بر سر ایں درکشادہ ایم	بارجناب دولت سر بر نہادہ ایم
تشنہ بر آب چشمہ حیوان ققادہ ایم	ظلمات راہ گرچہ بریدیم عاقبت
بر عرصہ حریم چو فرزین پیادہ ایم	بر شاہ راہ فقر نہادیم رخ ولے
بر روئے تو کشادہ و بردرستادہ ایم	سر بر حریم حضرت حالی نہادہ رو
پا بر نہادہ ایم چہ برتر نہادہ ایم	اے بر حریم عرش جناب تو ماز سر

دارم امید مقصد عالی ز در گہت چوں درو یار غربت ازیں ہم زیادہ ایم
اشرف مس وجود خود آورد بہر زر از دولت حکیم چو اکسیر دادہ ایم
اے سرکار ابد اقرار! اب مجھ میں بیٹھے رہنے کی تاب نہیں ہے میں تو اسی
گستاخی سے کٹا جاتا ہوں کہ جس زمین مقدس پر سر رکھنا چاہئے تھا وہاں پاؤں پر
کھڑا ہوں، میں ایک غریب الوطن مسافر اس بارگاہ سے مراد لینے آیا ہوں، اور
حق عظمت ادا کرنے سے معذور ہوں۔

حضرت شیخ نے اس غزل کو غور سے سنا اور مولانا السلطان عبداللہ کے سر کو اٹھا کر
اپنی گود میں لے لیا اور ایک ہی نگاہ کرم میں ساحل مقصود تک پہنچا دیا۔
حضرت شیخ نے خانقاہ پہنچ کر مولانا السلطان عبداللہ کو اپنے پاس قریب بٹھالیا
اور عبداللہ نامی خادم کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھاؤ۔ خدام پانی لے آئے اور حضرت شیخ کے
ہاتھ کو دھلایا اس کے بعد حضرت شیخ نے مولانا السلطان عبداللہ سے فرمایا کہ فرزند اشرف!
اب دونوں جہاں کے اغراض و مطالب سے ہاتھ دھو لو تا کہ لقاء اور وصل کا دسترخوان
تمہارے لئے بچھایا جائے۔

مولانا السلطان عبداللہ نے فرمایا کہ اے حضور خود اپنے سے ہاتھ پہلے دھو چکا
ہوں جب تو فرش وصال پر آج بیٹھا ہوں غرض مولانا السلطان عبداللہ نے ہاتھ دھویا اور
پھر سب حضرات نے ہاتھ دھویا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے پنے گئے، حضرت
شیخ نے اپنے مبارک ہاتھ سے چار نوالے مولانا السلطان عبداللہ کو خود دکھلائے جس کو منہ

حقیقت تو حید: اسلام کے بنیادی عقیدہ، توحید کو قرآن وحدیث اور علماء ائمہ کے ارشادات کی
روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائل توحید اور شفاعت، شانِ کبریائی اور مصیبت رسالت، ربوبیت
عامہ اور خاصہ، صفات الہی، عقیدہ، توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ، عبادت اور تعظیم، عبادت اور استغاثت،
وعدت و توحید، بشریت و عہدیت، مصطفیٰ ﷺ..... اس کتاب کے موضوعات ہیں۔ محمد نجی انصاری اشرفی کی تصنیف

میں کمال تعظیم سے مولانا السلطان عبد (رحمہ) نے لے لیا۔ سب لوگ متحیر تھے کہ آج تک حضرت شیخ نے کسی کو اس طرح سرفراز نہیں فرمایا تھا۔ دسترخوان پر سب لوگ کھانا کھا رہے تھے اور مولانا السلطان عبد (رحمہ) جمال شیخ کا بیٹھنے ہوئے نظارہ کر رہے تھے۔ آخر میں لوگ کچے ہوئے چاول لائے جو خاص طور پر پانی سے ٹھنڈے کئے گئے تھے اس کھانے کو اُس زمانے میں لوگ پن بھتہ (۱) کہا کرتے تھے حضرت شیخ نے چاول کو مولانا السلطان عبد (رحمہ) کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ کھاؤ اس سے شربت وصال کے پیاسوں کو بڑی تسکین ہوتی ہے اور پیاس بجھ جاتی ہے۔ جب کھانا ختم ہو گیا اور دسترخوان بڑھا دیا گیا تو پان کی گلیوں یاں آئیں حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے پے در پے مولانا السلطان عبد (رحمہ) کو چار گلیاں کھلائیں۔

جب اس سے بھی فراغت ہوئی تو حضرت شیخ نے مولانا السلطان عبد (رحمہ) کو حسب معمول بزرگان مرین کیا اور اپنے ہاتھ سے اُن کے سر پر اپنا تاج رکھ دیا اُسی وقت مولانا السلطان عبد (رحمہ) نے یہ اشعار فرمائے۔

جہادہ تاج دولت بر سر من علماء الحق والدین سچ نابات

زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد بر آور وہ مرا از چاہ آفات

بیعت کے بعد لوگوں نے مبارک، سلامت کا آواز بلند کیا، مولانا علی عبد (رحمہ) نے جو حضرت شیخ کے جلیل القدر خلیفہ تھے فی البدیہہ یہ اشعار میں اس طرح مبارکباد دی کہ

مرید عشق را از پیر ارشاد جہاں آمد مبارکباد کردہ

در آور وہ بر قید ارادت ز بند روزگار آزاد کردہ

۱..... آج بھی اس کمانے کا رواج نکال میں عام ہے اور پنڈوہ شریف نیز اس کے مضافات میں تو خصوصیت کے ساتھ اس کمانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ راقم الحروف کو اکثر ایسے لوگوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جو پن بھتہ کو "نغذائے جسمانی و روحانی" دونوں سے تعمیر کرتے ہیں۔

جہانگیر

سچ ہے مَنْ سَخَّادَ لِلَّهِ سَخَّانَ اللّٰهُ لَہُ جَوَّالُہُ تَعَالٰی کا ہو رہتا ہے اُس کا اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ مولانا السلطان عبدالرحیم کا اللہ والا ہونا اُسی دن دنیا کو معلوم ہو گیا تھا جبکہ شاہی اقتدار کو آپ نے ٹھوکر ماردی تھی اور تخت سلطنت کو لات مار کر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اب خدا خدا کر کے وہ دن آیا کہ مولانا السلطان عبدالرحیم اُس بڑی سرکار میں پہنچے جہاں کی آستانہ بوسی کی آرزو نے حکومت سے متنفر کروا دیا تھا۔ راہ طلب کی کوئی دشوار گزار گھاٹی نہ تھی جس کو آپ نے بخوشی طے نہ فرمایا ہو اور امتحان کا کوئی شعبہ نہ تھا جس میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل نہ کی ہو اور اب اس کا وقت آ گیا تھا کہ اس برگزیدہ اور کامیاب ہستی کو اعلیٰ سند عطا فرمائی جائے اور تخت سمنان سے باز آنے والے مقدس وجود کو تمام جہاں پر اقتدار عطا ہو یعنی اُس بلند و بالا سرکار سے جس کے جذبات عقیدت نے مولانا السلطان عبدالرحیم میں للہیت کا جوش پیدا کیا تھا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے موافق پھر مولانا السلطان عبدالرحیم کا سراقدس شاہی تاج سے مزین کیا جائے اور شاہی خلعت سے جسم مبارک کو آراستہ کیا جائے اور پیادہ پائی کے بجائے قدم قدم پر سواری مہیا کی جائے مگر تاج وہ نہ ہو جس کی زینت کا مدار اینٹ پتھر پر ہو اور لباس وہ نہ ہو جو نگہبگی اور بوسیدگی سے غیر مطمئن ہو اور سواری ایسی نہ ہو جو انتظام طلب ہو بلکہ تاج نورانی اور خلعت ربانی اور سواری میں گرد نہائے انسانی ہوں چنانچہ جب مولانا السلطان عبدالرحیم بیعت سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ ان کو ساتھ لے کر ایک حجرہ میں تشریف لے گئے۔ صرف ایک تخیلہ میں تمام نعمتوں سے مالا مال فرما دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ باہر تشریف لائے اور پھر کچھ ٹھہر کر حجرہ میں تشریف لے گئے، دیکھا تو مولانا السلطان عبدالرحیم

پر عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ اُسی وقت حضرت شیخ نے مولانا السلطان عبدلہم کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لے کر باہر تشریف لائے اُس وقت مولانا السلطان عبدلہم کا چہرہ آفتاب سے زیادہ چمک رہا تھا۔ حضرت شیخ نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا دیا اور خود تبرکات کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور خرقہ وغیرہ تمام تبرکات جو مشائخ کرام سے آپ کو ملتا تھا ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے اور سب لوگوں سے فرمایا کہ یہ وہ تبرکات ہیں جو مجھ کو مشائخ عظام سے ملے ہیں، برسوں سے یہ سب چیزیں بطور امانت میرے پاس رکھی تھیں اب ان تبرکات کا حقدار آگیا ہے لہذا میں ان نعمتوں کو اُن کے حوالے کرتا ہوں۔ سب نے عرض کیا حضور سے بڑھ کر اس کو کون جان سکتا ہے۔ حضرت شیخ نے اُس خرقہ مبارک کو جو حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) نے حضرت خواجہ انبی سراج الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عطا فرمایا اور ان سے حضرت شیخ کو ملتا تھا نیز دوسرے تمام تبرکات کو مولانا السلطان عبدلہم کے سپرد فرمادیا۔

اس موقع پر سلسلہ واقعات میں اس امر کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا کہ جس دن مولانا السلطان عبدلہم کو یہ تبرکات عطا ہوئے تھے ایک فقیر آیا اور مانگنے لگا مولانا السلطان عبدلہم کا دست جو عطا کب سائل کو محروم بھیج سکتا تھا اسی وقت حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرقہ اس فقیر کو عطا فرما دیا لوگوں نے اس پر بڑا غل چھایا کہ

۱۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ (المتوفی ۷۳۵ھ) کی بزرگوار شخصیت خاوندہ چشتیہ کی اشاعت و توسیع کے لئے ایک نعمت عظمیٰ تھی۔ تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کا شمار محبوبان و مقربان بارگاہ الہی میں ہوتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے سارا ہندوستان مملو ہے۔ حضرت سلطان المشائخ عبدلہم حضرت شیخ فرید الحق والدین گنج شکر جو دہلی قدس سرہ (المتوفی ۵۸۹ھ) کے خلیفہ نامدار و محرم اسرار اور رحمت بادقار تھے۔ (لطائف اشرفی، مرآۃ الاسرار، اخبار الاخیار، نجات الانس، فوائد القوائد، افضل القوائد، تاریخ فیروز شاہی، تاریخ فرشتہ، معانی اشرفی، سیر الاولیاء وغیرہ)

تبرک کی بڑی بے قدری کی اور عطیہ مشائخ کی عزت نہ کی بعضوں نے بطور شکایت حضرت شیخ سے جا کر عرض کیا کہ مولانا السلطان عبدالرحیم نے خرقہ نظامیہ کو ایک فقیر کو دے دیا اور بڑی بے پرواہی برتی ہے، شیخ نے فرمایا کہ درویش کامل کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا تم لوگ جا کر خود ان سے پوچھو سب لوگ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آج شیخ نے تمام اصحاب میں صرف آپ کو منتخب فرما کر نعمات عالیہ سے مشرف فرمایا اور وہ تبرکات جس کی زیارت کے لئے ہم لوگ مشتاق رہتے تھے آپ کو عطا فرمایا مگر آپ نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور خرقہ نظامیہ کو ایک فقیر کو دے ڈالا، آخر یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ غالباً اتنا سمجھ لینا کسی پر دشوار نہیں ہے کہ خرقہ شیخ عین شیخ نہیں ہے بلکہ غیر شیخ ہے اور میں طالب شیخ ہوں غیر کو نہیں چاہتا۔ تم لوگوں کو غیر کی زیارت کا شوق تھا اور میں نے غیر کو دے کر یہ ظاہر کیا ہے کہ مجھے صرف عین چاہئے (۱)

معراج : فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اس جواب سے لوگ ساکت ہو گئے اور راہ طلب میں اعلیٰ جذبہ کو سب نے محسوس کیا۔ غرض حضرت شیخ نے تمام تبرکات مولانا السلطان عبدالرحیم کو مرحمت فرمائیے اور مولانا السلطان عبدالرحیم اس کے بعد خدمت شیخ کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ یوں تو مولانا السلطان عبدالرحیم خدمت شیخ میں بارہ سال رہے مگر پہلی مرتبہ مسلسل چار برس (۲) تک آپ وہاں رہے اس عرصہ میں بارہا آپ نے درخواست کی کہ کوئی خدمت میرے ذمہ کی

۱..... حضرت مجدد سنانی علیہ الرحمۃ کے اس صالح نقطہ نظر اور فکر و بصیرت میں آج بھی ہمارے لئے بہترین تعلیم و ہدایت مضمر ہے جس میں لاکھ بہت ساری پیچیدگیوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ خدا کرے کہ خانوادہ اشرفیہ کے افراد و یاران کو اپنے جدِ اعلیٰ علیہ الرحمۃ کی عظیم فکر و عمل کا صحیح احساس ہو جائے۔

۲..... طائف اشرفیہ ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے: ”در ملازمت حضرت مجددی چار سال کامل گذرانم“ لیکن اسی کے آگے ص ۱۰۰ پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ”دیکھو دو سال دریں مبالغہ رفتہ“ اس لحاظ سے پتہ ذہن شریف میں پہلا قیام چھ (۶) سال پر مشتمل ہے۔

جائے مگر حضرت شیخ نے کوئی خدمت نہ لی اور فرماتے رہے کہ فرزند اشرف! میں تم سے کون سا کام لوں جو کام تمہارے سپرد کروں گا اس کو خود حضرت ابو العباس خواجہ خضر آکر کریں گے۔ جس دن میں نے تم کو خرقة وغیرہ دیا تھا تو خواجہ خضر نے پہلے ہی سے آکر تمہارے متعلق اس قدر مجھ سے کہا کہ میں کیا کہوں۔ حضرت شیخ کو اس کی بڑی تمنا تھی کہ مولانا السلطان عبدالرحیم کے لئے کوئی لقب تجویز فرمائیں مگر آپ کو اسی کا انتظار رہتا تھا کہ غیب سے کوئی خطاب ہو۔ مولانا السلطان عبدالرحیم کی آمد کے چوتھے سال ایک شب کو جو شب برات تھی حضرت شیخ اپنے وظائف و اوراد کے معمولات سے فارغ ہو کر خلوت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک غرقہ فرمایا یہاں تک کہ سحر کا وقت آگیا اور درود یوار سے آواز آنے لگی کہ ”جہانگیر، جہانگیر“ آپ نے سمجھ لیا کہ یہ آسمانی خطاب عطا ہوا ہے ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ فرزند اشرف کو خطاب جہانگیری مرحمت فرمایا گیا ہے۔ مولانا السلطان عبدالرحیم دوسرے حجرہ میں تھے، صبح کو جب نماز فجر کے لئے نکلے اور نماز پڑھی تو حضرت شیخ نے حسب معمول بعد نماز فجر سب سے مصافحہ فرمایا اور سب لوگ آپس میں مصافحہ کرنے لگے اُس دن جو مولانا السلطان عبدالرحیم سے مصافحہ کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ خطاب جہانگیری مبارک ہو اسی وقت مولانا السلطان عبدالرحیم نے فرمایا:

فلقہ

مرا از حضرت پیر جہاں بخش خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
 کون گیرم جہاں معنوی را کہ فرماں آمد از شاہم جہانگیر
 اس چار برس کی خدمت شیخ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ ۲۷/۷ رمضان المبارک کی
 رات کو حضرت شیخ نے فرمایا کہ فرزند اشرف کوئی نعمت ابتدائی اور انتہائی میرے پاس نہ تھی
 جسے تم کو نہ دیا ہو بس سمجھ لو کہ اب میں بالکل تم کو لبریز کر کے خشک ہو گیا ہوں۔

کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں چند رویش نما لوگوں نے خطاب جہانگیر پر چہ میگوئیاں شروع کیں اور کمال جرأت سے خود آکر اعتراض کیا کہ آپ کا لقب جہانگیر کیوں ہے، کیا آپ دنیا بھر کے اولیاء اللہ سے بڑھ کر ہیں، جو لقب کسی کو نہ ملا وہ آپ کو کیسے ملا، اس میں غرور و نخوت کی بو آتی ہے۔ آپ نے پہلے موعظہ حسنہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ عطیہ شیخ ہے، یہ بھی سمجھا دیا کہ تم لوگ مراتب ولایت سے نا آشنا ہو کیوں اس بحث میں پڑتے ہو مگر نہ سمجھنے والے کو کوئی کیا سمجھا سکتا ہے، معترض کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا اور زباں درازی بڑھتی گئی۔ حضرت پر جلال کا غلبہ ہوا نظر قہر ڈال کر فرمایا کہ تم اتنا سمجھنے سے عاجز ہو کہ میں جہانگیر ہوں اب میں تم کو دکھا دیتا ہوں کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جہانگیر بھی۔ اس ارشاد کے ساتھ ساتھ معترض و نکتہ چین کی جان نکل گئی سچ ہے (۱)

خاصان خدا خدا نباشند لیکن زخدا جدا نباشند

سفر ہند، تلاش خانقاہ و مزار ظفر آباد

حضرت شیخ کی خدمت میں مخدوم صاحب علیہ السلام کو جب رہتے رہتے چار برس ہو گئے اور مرتبہ ولایت میں آپ کا درجہ بلند و بالا ہو گیا تو ایک دن حضرت شیخ نے فرمایا

..... خزینۃ الاصفیاء میں مقام واقعہ روح آباد (کچھو چھا شریف) ظاہر کیا گیا ہے اور معترض کا نام علی قلندر بتلایا ہے جو اپنے ہمراہ پانچ سو قلندروں کو لے کر حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ کی مجلس میں بے ادبی کے ساتھ بیٹھ بیٹھا اور جس نے اپنی لاملاک باتوں سے حضرت مخدوم علیہ السلام کے مزاج لطیف میں تکدر پیدا کر دیا تھا۔ بیان روایت میں صاحب غوث العالم سے کوئی خاص اختلاف نہیں البتہ علی قلندر کے مرجانے کے بعد صاحب خزینۃ الاصفیاء رقمطراز ہیں کہ ”غریب ازاہل مجلس برآمد و ہمراہیاں علی قلندر سرور پائے آنحضرت آدرہ مرید شہناز“

(خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۳۷۶)

مذکورہ روایت کے تقابلی مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف تذکرہ نگاروں نے اپنے مخصوص اسلوب بیان اور انداز لکھ کے ساتھ روایتیں نقل کی ہیں اور ان میں کوئی معنوی تصادم یا اختلاف نہیں البتہ کوئی روایت کس تفصیل کا اجمال ہے اور کوئی کس اجمال کی تفصیل، کسی روایت میں کم وضاحت ہے اور کسی میں نسبتاً زیادہ۔

کہ فرزند اشرف مثل مشہور ہے کہ دو شیر ایک جنگل میں اور دو کواہیں ایک میدان میں اچھی طرح نہیں رہتیں۔ اب مجھے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے واسطے کسی مقام کو تجویز کروں جہاں تم جا کر لوگوں پر آفتاب ہدایت روشن کرو اور بے دست و پا لوگوں کی دنگیری کرو۔ تمہاری خدمت سے نادان لوگ دانا ہو جائیں اور گمراہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔

حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے حضور وطن چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کی، گھر بار چھوڑ کر سفر کی کلفت کو پسند کیا، ماں، بھائی، عزیز واقارب، دوست و احباب، دھن دولت سب کو چھوڑا تو صرف اس لئے کہ حضور کے قدموں سے لگا رہونگا یہ منہ عائد تھا کہ جس سرکار کے لئے سب کچھ چھوڑا اس کو بھی خدا نخواستہ چھوڑوں گا۔ اسی وقت یہ اشعار حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے فرمائے۔

(ایضاً)

کسے کزدولت توفیق یزداں	بریدہ از دیار کاسرانی
کشیدہ پائے از اورنگ شاہی	در یدہ پر دہ وصل یار جانی
شراب فرقت یارداں کشیدہ	شکستہ جام عیش زندگانی
نہادہ پائے در صحرائے غربت	کشیدہ دست از قاصی ودانی
بسر ہمبیدہ ایں بیدائے محنت	رسیدہ در حریم یار جانی
برائے آنکہ از خاک دو پایت	کشد چوں سرمہ در چشم عیانی
نگردم از دردت یک طرفہ اعمین	جدا از خاک درگاہ جہانی
مرا از در گہ عالی خدا را	مران اے سایہ انے دجانی
منم چوں سایہ و تو ہجو شخصے	چرا ایں سایہ را از شخص زانی
نگردد خل من از شخص ممتاز	گردش از تنج صد یارم برانی
بدرگاہ تو اشرف گر بود خاک	بہ از جشیدی و بکسر دانی

کے جنازے کی شرکت فرما کر نماز میں امامت فرمائی تھی اور تبرکات و خرقہ حاصل فرمایا تھا بہر حال اس قصبہ میں شیخ ثناء دلی ایک صاحب تھے انھوں نے آپ کے سامان سفر کی شوکت کو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ درویشوں کو ان سوار یوں کی کیا ضرورت ہے، حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ کو اس دلی خطرہ سے خبر ہو گئی فرمایا کہ یہاں میں نے ان جانوروں کے باندھنے کی کیل کو زمین میں پیوست کیا ہے اپنے دل میں نہیں کیا ہے اور حضرت ابو سعید ابوالخیر کا یہ قطعہ پڑھا۔

غرض از حاصل کار راست ای یار بہر نوئے کہ ظاہر ہست گوباش
بہر کس نیست لازم راہ تجرید چو او آن تو شد تو آن او باش

غرض یوں ہی سفر کرتے اور گرم و سرد زمانہ ملاحظہ فرماتے ہوئے آپ کا قافلہ ظفر آباد (متصل جو پنور) پہونچا۔ (۱) ساتھیوں نے عرض کیا کہ قیام کہاں فرمائیے

۱۔۔۔۔۔ ظفر آباد پہونچنے سے قبل حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی قدس سرہ نے قصبہ محمد آباد گہنہ میں جواب شعلہ عظم گڑھ میں ہے، قیام فرمایا تھا، وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت مخدوم سنائی رحمہ اللہ کی ایک کتاب ”مناقب اصحاب کالین و مراتب خلفاء راشدین“ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب نسبتاً زیادہ تھے۔ چنانچہ مقامی علماء معترض ہوئے اور حضرت پر فرض کا الزام لگایا۔ حضرت مخدوم سنائی رحمہ اللہ نے انھام کو تعمیم کی ہر ممکن صورت اختیار فرمائی لیکن قاضی احمد جو علماء معترضین کے صدر تھے، ممانعت کے لئے راضی نہ ہوئے اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ حضرت مخدوم رحمہ اللہ کے خالی ہونے پر فتویٰ صادر کر دیا جائے۔ مخالف علماء نے دوسرے دن جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد حضرت سے قرض کرنے کا پروگرام بنایا اور جب یہ خبر حضرت مخدوم رحمہ اللہ کو ملی تو بے حد آزر و خاطر ہوئے۔ دوسرے دن جب جمعہ کا وقت آیا تو طوفان نوح والی بادش ہونے لگی، لہذا کوئی شخص جامع مسجد نہ پہونچ سکا۔ اسی اثناء میں علماء معترضین کی جماعت میں بھی تفرقہ پڑ گیا اور سید خاں نامی ایک فاضل دوا شنہ نے اپنی غیر معمولی ذکاوت اور فہم و فراست سے علماء کے سارے اعتراضات کی دھجیاں اڑا دیں اور جامع العلوم کی اس عبارت ”انفس ابناء الدنيا ولا يلازم الرخل غلى حب انبياء و رسل جہنما“ سے استدلال کرتے ہوئے انھوں نے ایک سید کو مناقب علی رحمہ اللہ کا تاجہ قرار دے کر علماء معترضین کو دم بخود بنادیا۔ اس طرح وکل سے حضرت مخدوم رحمہ اللہ بہت سرور ہوئے اور سید خاں نیز ان کی اولاد کے لئے دعائیں فرمائیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۸۔۱۹ اور خزینۃ الاصفا)

گا۔ ارشاد فرمایا کہ معمول کے موافق مسجد میں چل کر ظہر و چنانچہ ظفر خاں کی مسجد میں سب لوگ اترے، سامان کو تار کر مسجد میں رکھا اور جانوروں کو محکم مسجد میں لا کر باندھ دیا گیا۔ لوگوں نے اس نئی بات کو دیکھ کر بڑا غل مچایا اور کہنے لگے کہ عجیب درویش ہیں کہ پڑھے لکھے ہو کر جانوروں کو مسجد میں باندھ رکھا ہے۔

دو تین طالب علموں کو شوخی سوچھی اور تیار ہوئے کہ آپ سے آکر اس بارے میں گفتگو کریں جب حاضر خدمت ہوئے تو تھوڑی دیر چپ بیٹھے رہے۔ کیا دیکھا کہ سواری نے حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ کی طرف کچھ اشارہ کیا آپ نے فرمایا کہ اس کو باہر لے جاؤ یہ پیشاب کرنا چاہتا ہے اتنے میں دوسرے گھوڑے نے کچھ اشارہ کیا فرمایا کہ اس کو بھی باہر لے جاؤ یہ لید کرے گا اسی طرح چند جانور باہر گئے اور فارغ ہوئے۔ آپ نے طالب علموں سے فرمایا کہ مسجد میں جانوروں کے آنے کی ممانعت اسی لئے تو ہے کہ مسجد میں کثافت نہ پھیلائیں اور ہمارے جانور اس عیب سے پاک ہیں لہذا شرط مفقود ہے پھر بھی اوب یہی ہے کہ مسجد میں جانور نہ رکھیں مگر مشکل یہ ہے کہ ہم لوگ مسافر ہیں اپنے جانوروں کی نگرانی سے معذور ہیں اسی لئے سامنے باندھ لیا ہے امید ہے تم لوگ بھی ہمارے غدر کو خیال کرو گے۔

طالب علموں نے یہ دیکھ سن کر واپسی کو مناسب خیال کیا اور لوٹ آئے۔ اسی ظفر آباد میں یہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کہ بھانڈوں نے براہ تسخیر ایک جنازہ بنایا اور ایک بھانڈ کو اس میں لٹا کر سمجھا دیا کہ جنازہ حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ کے پاس لے چلا ہوں جب وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوں اور اللہ اکبر کہیں تو نکل کر بنسوتا کہ ہم سب لوگ مسخکھ اڑائیں۔ بھانڈوں میں یہ جرأت بد قسمتی سے خود پیدا ہوئی تھی یا اور پردہ کسی

نے شردی تھی اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بہر حال مصنوعی جنازہ لئے وہ لوگ حضرت مخدوم صاحب حبہؒ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ حضور جنازہ حاضر ہے نماز پڑھا دیجئے آپ نے اپنے ایک ہمراہی سے فرمایا کہ اجازت لے کر نماز پڑھا دو انھوں نے وارث سے تین مرتبہ اجازت لی اور جنازہ کی نماز شروع کر دی، بھانڈوں کو انتظار رہا کہ اب مصنوعی مردہ نکل کر ٹھنھا مارتا ہے اور وہاں اللہ اکبر کہتے ہی مصنوعی مردہ واقعی مردہ ہو گیا۔ نماز ختم ہو گئی تو مخدوم صاحب حبہؒ کے ہمراہی نے فرمایا کہ جنازہ لے جاؤ اور مردہ کو دفن کر دو دیکھا تو واقعی اس کو مردہ پایا اور اس واقعہ کا تمام شہر میں شہرہ ہو گیا لوگ جوق در جوق دربار میں آنے لگے اور چھوٹا بڑا قدموسی پر ٹوٹا پڑتا تھا۔ (۱) اس غیر معمولی شوکت دربار کو حضرت چراغ ہند حبہؒ (۲) نے اچھی نظر سے نہ دیکھا، پھر دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ قصبہ سرور پور کے ایک بزرگ حضرت شیخ کبیر (۳) نے فراغت علمی کے بعد

۱۔..... خزینۃ الاسفیاج ص ۳۷۴ میں معارج الاولایت کے حوالے سے مذکورہ بالا حکایت درج ہے اور بیان واقعہ میں بری حد تک مماثلت اور یکسانیت ہے لیکن اس عبارت ”و خدام را نیز ہر راہ خود گرفتہ بر سر جنازہ تشریف آوردند و خود امام شدہ تکبیر نماز گفت و بخیر حضرت میر ملک الموت روح آن شریف قیض کرد“ سے یہ فرق بھی واضح ہوتا ہے کہ خود حضرت مخدوم حبہؒ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس خاص عمل میں حضرت کے کسی خادم یا ہمراہی کا کوئی دخل نہ تھا۔

۲۔..... حضرت مخدوم شیخ عبدالدین چراغ ہند علیہ الرحمہ، حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی حبہؒ (الترغی ص ۳۵۷) کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت چراغ ہند حبہؒ نے اپنے پیروں میں شہرہ کے حکم سے ظفر آباد میں سکونت اختیار فرمائی اور ایک عرصے تک مجاہدے و مکاشفے میں معروف رہے۔ بقول صاحب خزینۃ الاسفیاج ”صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند بود“ بلاشبہ آپ کی متعدد کرامتوں نے صمدان انسانوں کے قلوب کی تفسیر کی اور ہزاروں بندگان خدا راہ راست پر آگئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، تاریخ شیراز ہند جون پور ص ۹۳۵ تا ۹۳۹)

۳۔..... حضرت شیخ کبیر سرور پوری حبہؒ (خزینۃ الاسفیاج میں سرور پوری لکھا ہے جو صحیح نہیں) حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی حبہؒ کے چہیتے مرید و خلیفہ تھے۔ لفظ اشرفی ج اس ۱۳ میں ہے کہ ”حضرت شیخ کبیر سرور پوری کی کا زلف اصحاب و کل خلفاء و ولایت مآب حضرت قدوۃ الکبریٰ (یعنی حضرت مخدوم سنائی حبہؒ) نے“ حضرت شیخ کبیر حبہؒ (عشر کے امراء نے تادار میں شمار کئے جاتے تھے اور اسی کے ساتھ علوم ظاہری کی دولت سے بھی مجر پور تھے۔ (خزینۃ الاسفیاج ج ۱ ص ۳۷۴، لفظ اشرفی ج ص ۱۰۲)

راہ طلب و سلوک کی جستجو شروع کر دی تھی اور ہمیشہ مرشد کامل اور رہبر بحق کی تلاش میں رہتے تھے ایک رات کو خواب دیکھا تھا کہ نورانی بزرگ جن کے سرخ بال ہیں آئے ہیں اور مرید کر لیا ہے صبح کو اٹھ کر خیال کیا کہ اس ملک پر حضرت چراغ ہند عبد اللہؒ کی ولایت کا اثر ہے ممکن ہے کہ رات کو خواب میں انھیں کا جلوہ دیکھا ہو چنانچہ شیخ کبیر ظفر آباد کو چل کھڑے ہوئے اور حضرت چراغ ہند عبد اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر جو شکل خواب میں دیکھی تھی اُس کو نہ پایا چنانچہ اسی فکر اور سوچ میں کچھ دنوں ظفر آباد میں ٹھہر گئے یہی زمانہ تھا جب کہ حضرت مخدوم صاحب عبد اللہؒ کا آوازہ ظفر آباد میں بلند ہو رہا تھا اور گلی گلی، کوچہ کوچہ آپ کے ذکر مقدس سے گونج رہا تھا آپ اکثر مسجد ظفر خاں میں ساتھیوں سے فرماتے رہتے تھے کہ ایک دوست کی مہک دماغ میں آ رہی ہے مگر وہ آنے میں جلدی نہیں کرتے، لوگوں کے غیر معمولی رجحان کو دیکھ کر شیخ کبیر عبد اللہؒ کے دل میں آئی کہ ان مسافر درویش کی زیارت کرنی چاہئے چنانچہ وہ مسجد ظفر خاں کو چلے۔

حضرت مخدوم صاحب عبد اللہؒ نماز اشراق پڑھ کر ساتھیوں میں تشریف فرما تھے ابھی شیخ کبیر عبد اللہؒ درہی سے دکھائی پڑے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ جس دوست کے بارے میں تم لوگوں سے میں کہا کرتا تھا وہ آگیا خادم نے اُن کے پیو نچنے سے پہلے ہی روٹی اور شربت تیار کر کے رکھ لیا۔

شیخ کبیر عبد اللہؒ نے کسی قدر فاصلہ سے ہی حضرت مخدوم عبد اللہؒ کے جمال حق نما کو دیکھ کر پڑھا کہ اِنِّیْ وَجْهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور قدم مبارک پر اپنا سر ڈال کر عرض کیا: مصرع یا در خانہ ومن گرد جہاں میگروم اور فوراً مرید ہوئے حضرت مخدوم عبد اللہؒ نے اُن کو داخل سلسلہ فرمایا اور دست

مبارک سے نان و شربت کھلایا پلایا اور انہوں نے فی البدیہہ یہ فرمایا:
فعلہ

اگر چہ خضر ساں در راہ وصلت عناں را در رہ ظلمات خوریم
ولے بعد از چشیدن آب ہر جا کنوں بر آب حیواں راہ بردیم

بیعت و ارادت کے بعد حضرت شیخ کبیر رحمہ اللہ نے حاضرین سے مصافحہ کیا سب نے ان کو مبارکبادی۔ اس واقعہ کی خبر گلی گلی پھیل گئی جب اس کو حضرت چراغ ہند رحمہ اللہ نے سنا تو پسند نہ کیا کہ جو شخص کل میرے پاس مرید ہونے آیا تھا وہ آج وہاں جا کر داخل سلسلہ ہو گیا بشریت کے تقاضے سے شیخ کبیر رحمہ اللہ کی جانب سے کشیدگی دل میں آگئی اور حالت جلال میں فرمادیا کہ کبیر جوانی ہی میں مرجائے گا۔ حضرت شیخ کبیر کو اسی وقت معلوم ہو گیا کہ حضرت چراغ ہند رحمہ اللہ جلال فرما رہے ہیں، خود حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ کو اس حالت کی اطلاع ہو گئی فرمایا کہ فرزند کبیر! تم کچھ نہ ڈرو کہ کبیر و ضعیف ہو کر تم مرو گے ہاں تم جو کہہ دو گے اُس میں وہ خود مبتلا ہوں گے۔ حضرت کبیر رحمہ اللہ نے عاجزانہ عرض کیا کہ میں اُن کو کیا کہوں بس جو کچھ انہوں نے مجھ کو کہا ہے وہی اُن کو نصیب ہو۔ مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے شیخ کبیر کے اس ادب کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ مشیت الہی واقع ہو چکی چنانچہ دونوں کا کہا پورا ہوا۔ شیخ کبیر پچیس (۲۵) برس کی عمر میں بوزھوں کی طرح ہو گئے اور پیر و ضعیفی کے آثار ظاہر ہو گئے اور اُن کے انتقال سے پانچ سال پہلے ہی حضرت چراغ ہند رحمہ اللہ کا چراغ ہدایت گل ہو گیا۔

القسمہ حضرت چراغ ہند رحمہ اللہ کی کشیدگی بڑھتی گئی اور بالآخر وہ آمادہ ہوئے کہ زور تصرف سے سب کو دہادیں۔ حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ مسجد میں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک بارگی معلوم ہوا کہ مجلس میں آگ بھڑک اٹھی ہے، پہلے تو لوگوں نے

برداشت کیا آخر جب تاب نہ رہی تو ایک ایک کر کے سب مسجد سے نکل پڑے۔ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ یہ تو صرف چراغ کی گرمی ہے جس کو ٹھنڈا کر دینا بالکل آسان ہے، سامنے لوٹا رکھا تھا فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لے کر چھینٹا دے دو چراغ بجھ جائے گا۔ یہاں پانی کا چھڑکنا تھا کہ حضرت حاجی چراغ ہند رحمۃ اللہ علیہ پانی میں ڈوب گئے اور بڑی مصیبت اٹھائی اور بزرگوں کی روحانیت سے فریاد کرنے لگے یہاں تک کہ مرتبہ بہ مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ ایک تمہارا نو مہمان دوسرے میرا فرزند تھا تم نے خود اچھا سلوک نہیں کیا، تم جا کر اُن سے معافی مانگو اور ارواحِ طیبہ بزرگان نے آکر حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہاں رہنا سہنا نہیں ہے نہ مجھ کو حضرت چراغ ہند رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعصب ہے البتہ انہوں نے حملہ کیا اور ہم بچتے رہے، ارواحِ پاک نے سفارش کی کہ اب اُن کی غلطی سے باز آؤ اور بالفعل دریائے گوشتی سے ادھر کا حصہ اُن کے لئے رہنے دو غرض اس گفتگو پر صلح ہو گئی اور حضرت چراغ ہند رحمۃ اللہ علیہ کا دل بالکل صاف ہو گیا چنانچہ وہ اکثر حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے لگے اور خود حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کی خانقاہ میں جانے لگے۔ ایک دوسرے کو دعوتِ طعام بھی دینے لگے اور گذشتہ واقعات بالکل فراموش ہو گئے۔ سچ ہے اچھوں کے سینے آئینے ہوتے ہیں جس میں کچھ بھی رنگ آیا تو صیقل سے بالکل جاتا رہا۔

جونپور

ظفر آباد سے نکل کر حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو پور پہونچے اور وہاں

سلطان ابراہیم (۱) شرقی کی مشہور و معروف مسجد میں قیام فرمایا جس کے شمال جانب اب تک آپ کا چلہ خانہ موجود ہے آپ کا حال سن کر سلطان کو قد موسیٰ کا بے حد شوق ہوا۔ درباریوں سے سلطان نے کہا کہ میں حضرت مخدوم صاحب علیہ السلام کی زیارت کا مشتاق ہوں اس وقت ملک العلماء حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۲) موجود تھے فرمایا کہ نو وارد بزرگ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ سادات کرام سے ہیں اور ولی کامل ہیں

۱۔ سلطان ابراہیم شرقی (السنی ۸۳۶ھ) خاندان شرقیہ کا مشہور اور اولوالعزم بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے ۳۳ سالہ دور حکومت میں ملکی انتظام و انصرام اور فوجی حالت کا سلسلہ اسٹاپ کیا کہ دہلی کی مرکزیت میں تزلزل ہو گئی تھی۔ علاوہ ازیں اس کی معدلت گستری، علم پروری، جود و سخا اور دینی بیداری نے دو الحلافہ چنپور کی شوکت و سطوت کو آستان پر بیٹھ دیا تھا۔ سلطان ابراہیم ہی کے عہد میں مشائخ، علماء، فضلاء، حکماء اور ماہرین فنون کی کثرت آمد سے ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ شیراز ہند جون پور ص ۹۷ تا ۱۳۲)

سلطان ابراہیم، حضرت سید جلال مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ السلام کا مرید تھا اور شاید اسی لئے وہ مشائخ اور علماء کا بے حد ادب و احترام اور ان کے منصب کے مطابق اعزاز کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی علیہ الرحمۃ سے اسے بے پناہ عقیدت و نیاز مندگی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ بعض شاہزادوں نے حضرت مخدوم علیہ السلام کے دست حق پر بیعت حاصل کی۔ مکتوبات اشرفی کے مطالعے سے حضرت مخدوم علیہ السلام اور سلطان ابراہیم دونوں کے تعلق خاطر کا اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ السلام (السنی ۸۴۸ھ) اپنے وقت کے عالم طیل اور فاضل بے حد مل تھے۔ سلطان ابراہیم شرقی، حضرت ملک العلماء کے علمی جلال و کمال سے اس قدر متاثر تھا کہ عہدہ قضاء کو ان کے سپرد کر دیا اور انتظامی معاملات میں ان کے گراں قدر مشوروں کا محتاج بن گیا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت ملک العلماء علیہ السلام کو سخت علیل ہو گئے اور امید زیت منقطع ہونے لگی تو سلطان ابراہیم نے جوشی عقیدت اور فرط محبت میں حضرت ملک العلماء علیہ السلام کے سر سے نچاؤ کر کے ایک پیالہ پانی پی لیا اور دعا مانگی کہ اسے پروردگار عالم ایک ملک العلماء علیہ السلام کو شفائے کاملہ عطا فرما اور ان کے بدلے میں مجھے مریض بنا دے۔ سلطان کی دعا بارگاہِ صمدیت میں قبول ہوئی اور ملک العلماء علیہ السلام کی وفات کے دو سال قبل ہی (۸۵۳ھ) میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ شیراز ہند جون پور ص ۱۱۸ تا ۱۶۰)

حضرت ملک العلماء علیہ السلام کی شہرت، مقبولیت اور علمی جاہ و جلال کا اعتراف تمام تذکرہ نگاروں کو

— احباب، اخبار، اخبار فرماتے ہر تذکرہ نگار، حردرز زمان اور دانشمندان و اندک استادان و دانشوران اور بوجہ انا شہرت

حضرت ملک العلماء عبد اللہ (رحمہ اللہ) کو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی عبد اللہ رحمہ اللہ سے بمنزلہ ارادت محبت تھی اور حضرت مخدوم عبد اللہ رحمہ اللہ بھی ان کے علمی وقادری بناء پر التفات خردا نہ فرماتے تھے۔ ملک العلماء عبد اللہ (رحمہ اللہ) کا خطاب حضرت مخدوم عبد اللہ رحمہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے اور کتبیات اشرفی میں جو خطوط ملک العلماء سے متعلق ہیں ان کا انداز خطاب اسی التفات خردا نہ کا حامل ہے حضرت مخدوم عبد اللہ رحمہ اللہ کے انداز خطاب کی ایک مثال ملاحظہ ہو: ”برادرا! ارشد جامع العلوم قاضی شہاب الدین نور اللہ تعالیٰ قلبہ یا نور العینین وعائے درویشانہ و شائے برکیشانہ از درویش اشرف قبول فرماید“ (کتبیات اشرفی)

حضرت ملک العلماء حبیب الرحمن کی تصانیف میں حواشی کا یہ کتاب الارشاد بدیع البیان، بحر موج (تفسیر قرآن حکیم)، رسالہ تقسیم علوم، رسالہ تقسیم صنائع اور رسالہ مناقب السادات کے نام مختلف تذکروں میں ملتے ہیں۔ حواشی کا یہ پر صاحب اخبار الاخبار کی رائے ہے کہ ”درالطاف و دستانت بی عدیل“ واقع شدہ دہم درحال حیات او مشہور عالم کثیف“ (اخبار الارخاص ۱۸۰)۔ باتی کتابوں پر صاحب اخبار الاخبار نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ حضرت خمد و سمنانی حبیب الرحمن کے افکار عالیہ سے ملتے جلتے ہیں جنہیں حیات غوث العالم میں ملاحظہ کیجئے۔

ہے۔ قاضی صاحب نے بھی آداب حاضری کا بڑا لحاظ کیا اور محافہ سے دور ہی اتر پڑے اور ساتھ کے مولویوں سے کہہ دیا کہ دیکھو وہاں جا کر اپنی مولویت کا بھرم نہ دکھانا اور چپ رہنا کیونکہ جس سید کی سرکار میں جاتے ہو اُن کی پیشانی سے ولایت کی چمک ظاہر ہوتی ہے، اس طرح سمجھا بھجا کر حضرت مخدوم صاحب حبیب (رحمہ) کے پاس آئے اور برجستہ یہ قطعہ پڑھ لے

چرخشید است تاباں از جبینش کہ خورشید فلک زو ذرہ گردد
گجوہر سید است دریائے امواج کہ دریائے جہاں چوں قطرہ گردد

حضرت مخدوم صاحب حبیب (رحمہ) نے بھی قاضی صاحب کا چند قدم استقبال فرمایا اور ملاقات کی۔ قاضی صاحب نے مولوی صاحبان کو تو بہت کچھ سمجھا بھجا دیا تھا کہ درویشوں سے حجت نہ کرنا اور اپنی قابلیت مت جتنا مگر ان مولویوں کا یہ حال تھا کہ کروٹیں بدلتے تھے اور بار بار کچھ کہنا چاہتے لیکن قاضی صاحب کے ڈر سے رک رک جاتے تھے۔ حضرت مخدوم صاحب حبیب (رحمہ) کی محفل میں حضرت شیخ ابوالوفا خوارزمی حبیب (رحمہ) (۱) موجود تھے اُن کو مولوی صاحبان کی بیگلی کا حال بطور کشف معلوم ہو گیا۔ اُن کے دل میں جن جن علوم میں جو جو شے تھے سب کو ایسا حل فرما دیا کہ مولوی صاحب کی ایک بات بھی نہ چلی۔ قاضی صاحب نے خود شیخ خوارزمی حبیب (رحمہ) کو داد دی۔ مولوی صاحبان کی بحث جب ختم ہو چکی اور ول کی بھڑ اس نکل گئی تو حضرت قاضی نے حضرت مخدوم صاحب حبیب (رحمہ) سے عرض کیا کہ آج سلطان المعظم شرف قدسوس کے لئے حاضر ہونے والے تھے مگر

(۱) حضرت شیخ ابوالوفا خوارزمی حبیب (رحمہ) (۱ التوفی ۸۳۵ھ) - تاج دشت علم و معرفت تھے۔ آپ نے مختلف مقامات کی سیر کی اور آخر میں حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی حبیب (رحمہ) کے عقیدت کیش بن کر خلافت حاصل کی۔ ان کی حاضر جوابی، زود گوئی، اور شکلا نہ طرز گفتگو سے حضرت مخدوم صاحب حبیب (رحمہ) بہت محظوظ ہوتے تھے۔ (لظائف اشرفی ج ۱، ص ۵۱، بحاث الانس ص ۳۸۸)

شرف تقدم زیارت حاصل کرنے کے لئے میں نے آج اُن کو روک دیا ہے۔ وہ کل حاضر ہوں گے اور میں بھی رہوں گا۔ حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک آپ سلطان سے کہیں زیادہ بہتر ہیں اگر سلطان آئیں گے تو آئیں وہ حاکم ہیں۔ حضرت قاضی کے جانے کے بعد حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایسا عالم میں بنے کم دیکھا ہے۔

دوسرے دن حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ وظائف معمولہ سے فارغ ہو چکے تھے کہ شاہی سواری کی آمد کا اثر ظاہر ہونے لگا کہ سلطان المعظم مع شہزادگان و فوج دسپاہ کے آرہے ہیں۔ مسجد کے دروازے پر چہو نچکر قاضی شہاب الدین عبد اللہ نے رائے دی کہ اس مجمع کے ساتھ ویرانہ میں جانا ٹھیک نہیں ہے مبادا آدمیوں کی کثرت سے حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ کو تکلیف پہونچے۔ سلطان المعظم نے اس کو مناسب خیال کیا چنانچہ سواری سے اتر کر شاہی خاندان اور علماء سلطنت سے منتخب کر کے کل بیس (۲۰) آدمی لے کر حاضر ہوئے اور کچھ ایسا دربار کا ادب کیا کہ حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ کو پسند آگیا۔ انھیں دونوں میں سلطان المعظم نے قلعہ جٹاہ پر قبضہ کرنے کے لئے اسلامی فوج کو روانہ کیا تھا اور ہر وقت اسی کا تردد رہا کرتا تھا۔ دل ہی دل میں سوچا کہ کاش حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ کی ولایت سے مدد ملتی اور زبان سے صرف ایک قطعہ پڑھ دیا کہ

ولے کان انور است از جام جمشید رواں روشن تراز خورشید باشد

چہ حاجت عرض کروں بر ضمیرش کسے کورا یقین امید باشد

حضرت مخدوم صاحب عبد اللہ کو سلطان المعظم کے دل کا حال معلوم ہو چکا تھا

سلطان کی خوش اعتقادی سے حضور بہت متاثر ہوئے اور فرمایا: بیت
گر بیتیں شد قدمت استوار گردوز یا نم از آتش برآر

اگر تم حسن عقیدت سے کام لو گے تو قلعہ فتح کرنا کیا چیز ہے، دریا سے غبار اڑا
سکتے ہو اور آگ سے تری نکال سکتے ہو۔ سلطان المعظم کو اس پیشین گوئی پر پورا اطمینان
ہو گیا جو رخصت ہونے لگے تو سمنان کا ایک مسند ہمارہ تھا وہ سلطان کو عطا فرمایا۔ سلطان
خوش خوش دربار شاہی میں پہونچے اور تخت سلطنت پر بیٹھ کر کہا کہ واقعی جیسا سنا تھا اُس
سے بڑھ کر پایا خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان میں ایسے بزرگوں کے قدم آئے۔ تین دن
کے بعد سلطان پھر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے خادموں نے کچھ کھانے پینے کا
سامان کیا تھا اور کھانے والے ہی تھے کہ قلعہ جنادہ سے خط آگیا کہ قلعہ فتح ہو گیا لوگوں
نے سلطان المعظم کو مبارکباد دی۔ سلطان نے فرمایا کہ مبارکباد حضرت مخدوم صاحب عبد
لہ (جو کو جنہوں نے اپنے بازوئے ہمت سے فتح یاب فرمایا ہے اب سلطان کا عقیدہ پہلے
سے ہزار گنا بڑھ گیا۔ عرض کیا کہ حضور میں تو حضرت میر (۱) کا مرید ہو چکا ہوں مگر حضور
کے جتنے بندہ زادے ہیں وہ دست اقدس ہی پر بیعت کریں چنانچہ دو تین شاہزادے اسی
دن داخل سلسلہ اشرفیہ ہوئے۔ سلطان نے بہت کچھ چاہا کہ کوئی بڑی نذر حضرت قبول
فرمالیں مگر حضرت مخدوم صاحب عبد لہ (جو نے اس کو قبول نہ فرمایا اب سلطان کی آخری
خواہش یہ ہوئی کہ حضرت مخدوم صاحب عبد لہ (جو جو نیور ہی میں ہمیشہ مقیم رہیں آپ نے
فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے مگر ہاں تمہاری سلطنت سے باہر گھر نہ بناؤں گا سلطان ابراہیم نے
اسی کو اپنے لئے نعمت عظمیٰ سمجھا۔

جونپور میں حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ کو رہتے رہتے دو مہینے گزر گئے، حضرت قاضی شہاب الدین رحمہ اللہ کی عقیدت اتنی بڑھ گئی کہ اگر روز نہیں تو دوسرے تیسرے دن ضرور حاضر ہوتے اور اپنی تصنیف کردہ کتابیں سنا کر تصدیق حاصل کرتے۔ آپ نے بہت سی کتابوں کی تعریف فرمائی، علم نحو میں کتاب ارشاد کو بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کے جادو کو جو لوگ کہتے ہیں وہ یہی ہے، علم بیان میں بدیع البیان اور فن شاعری میں بحر مواج کو فرمایا کہ طول تحریر کا ان میں بڑا دخل ہے۔ فن شاعری میں جامع الصنائع جب پیش کیا تو حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے شعر و شاعری میں دخل دیا ہے، اُس وقت شیخ واحدی موجود تھے حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ کی شان میں جو قصیدہ لکھا تھا پڑھ کر سنایا حضرت نے دونوں کو ہستے ہوئے دیکھا اور متمم انداز میں قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے سارے علوم تو حاصل ہی کر لئے ہیں فارسی تو شیخ واحدی (۱) کے لئے چھوڑ دیجئے۔ شیخ واحدی نے حضرت قاضی سے کہا کہ

فکلمہ

شکر علم تو بہ تیغ بیاں از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت فارسی را بو احدی بگذار

کہتے ہیں کہ اس دوبارہ جونپور آنے پر حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے قاضی صاحب کو لباس خرقہ اور کتاب ہدایہ جو سمنان کی یادگار تھی عطا فرمایا تھا۔ ایک دن سب چھوٹے بڑے جمع تھے حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بس اب جونپور سے چلو

۱۔ حضرت شیخ واحدی، حضرت مخدوم سنانی رحمہ اللہ کے خاص خادم اور ملتہ گوش تھے۔ انہیں فارسی زبان میں پوری مہارت تھی اور بڑی رجحان طبعیت پائی تھی۔ شعر گوئی کی طرف ان کا رجحان زیادہ تھا اور وہ لکائی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ (لحائف اشرفی)

اور وہاں جلد پہنچو جہاں کے لئے حضرت پیر و مرشد نے حکم دیا ہے۔ واقعہ یوں گذرا تھا کہ پنڈوہ شریف میں صبح کے وقت حضرت شیخ اور حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے تھے، معرفت کی باتیں ہو رہی تھیں کہ یکبارگی حضرت شیخ فرمانے لگے کہ فرزند اشرف! اوکھو تمہیں اپنے مزار کی جگہ نظر آتی ہے آپ نے عرض کیا کہ حضور زیادہ دیکھنے والے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ دائرہ کی شکل میں ہر طرف سے تالاب ہے اور بیچ میں خشکی تل کی طرح نظر آ رہی ہے بس وہیں تمہارا مزار ہوگا۔

چنانچہ چونیور سے روانہ ہو کر حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے موضع کر مینی (۱) میں قیام فرمایا وہاں فرمودہ شیخ کے موافق زمین معلوم ہوئی، دو تین روز وہاں قیام رہا جب خود حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے بذات خاص موضع کی سیر فرمائی اور حوض و تالاب سب دیکھا تو آپ کو کشف ہوا کہ یہ وہ مقام نہیں ہے جس کا پتہ حضرت شیخ نے بتایا تھا یہاں سے اب چلنا چاہئے۔

روح آباد آستانہ کچھوچھ مقدسہ

حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ کر مینی سے چل کر موضع بھڈوڈ (۲) میں تشریف لائے، موضع میں آبادی سے باہر ایک باغ تھا اس میں قافلہ اتر، اقرب و جوار کے سارے آدمی سن کر زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے، سب سے پہلے موضع زمیندار حضرت ملک محمود صاحب رحمہ اللہ (۳) نے قدم بوسی کی، حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے ان پر بہت زیادہ

۱۔۔۔۔۔ موضع، کچھوچھ شریف سے ۲۔۲ میل جنوب میں واقع ہے اور آج بھی وہاں کی جیل مقامی لوگوں کی تفریح گاہ ہے۔

۲۔۔۔۔۔ یہ موضع کچھوچھ شریف سے متصل ہے اور حضرت ملک محمود علیہ الرحمۃ کی اولاد یہاں آباد ہے۔

۳۔۔۔۔۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سہانی رحمہ اللہ کے سریدان صادق کی قبرست میں حضرت ملک محمود رحمہ اللہ کا نام آتا ہے۔ حضرت مخدوم ازراہ شفقت انھیں ملک الامرا کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم سہانی رحمہ اللہ

شفقت فرمائی، دو پہر کو قیلولہ و آرام کا وقت آیا تو ایک سایہ دار آم کے درخت کے نیچے آرام فرمایا، زوال آفتاب کے بعد وہاں دھوپ آجاتی مگر درخت کی شاخ آفتاب کے ساتھ ساتھ چلتی تھی اور پورب کی شاخ دو پہر ڈھلنے پر پچھم کی طرف آگئی اور حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ پر سے سایہ نہ ہٹا آپ اٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد ملک محمود رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر موضع کا کنارہ ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے مجھے یہیں کے لئے قیام کا حکم دیا ہے تمہارے نزدیک یہاں کون سی جگہ ہمارے رہنے کے لئے مناسب ہے، ملک محمود رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضور یہاں ایک جوگی بڑی اچھی جگہ رہتا ہے لیکن بڑا جاوگر ہے اگر خدام بارگاہ اُس کو نکال دیں تو بہت نفیس جگہ ہاتھ لگے گی۔ آپ نے آئیہ کریمہ: قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَفَّتِ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا کی تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ بہر حال اُس جگہ کو دیکھ بھی لینا چاہئے۔ کچھ ہمراہیوں اور ملک محمود رحمہ اللہ کو لے کر اُس مقام پر تشریف لے گئے، دیکھتے ہی فرمایا کہ بس یہی جگہ تھی جس کو حضرت شیخ نے دکھایا تھا۔ یہاں سے ان چند بیدینوں کو نکال دینا بالکل آسان ہے ملک محمود رحمہ اللہ نے اُس وقت یہ مشہور مصرعہ پڑھا:

جائیکہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را۔

حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور ایک خادم سے فرمایا کہ جوگی سے کہہ دو کہ بس بوریا بستر سنبھالے اور کہیں نکل بھاگے، خادم نے جا کر یہی کہہ دیا تو جوگی نے مغرورانہ لہجے میں کہا کہ ہمارا ٹکٹا کوئی مذاق نہیں ہے ہم پانسو ہیں کوئی قوت ولایت سے نکالے تو نکالے ورنہ ہمارا نکالنا انہی ٹھٹھا نہیں ہے۔

کے قیام اور تعمیر خانقاہ کے سلسلے میں حضرت ملک الامرا رحمہ اللہ کی جاں نثاری، ایثار اور حسن تدبیر کو بڑا اہل ہے اور سلسلہ اشرفیہ کی ترویج و اشاعت میں بھی ان کی کسی وجہت کچھ کم اہم نہیں۔ (لطائف اشرفیہ ج ۳ ص ۱۰۶ تا ۱۰۸)

جمال الدین راؤت اُسی دن حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر مرید ہوئے تھے آپ نے اُن سے فرمایا کہ جاؤ جو بات جوگی دیکھنا چاہے دکھا دو، جمال الدین جوگی سے بچپن ہی سے ڈرے ہوئے تھے ہمت نہ پڑی آپ نے قریب بلایا پان کی گلواری چبا کر جمال الدین کے منہ میں رکھ دیا پھر کیا تھا جمال الدین اشرفی کچھارے کے شیر بن گئے اور بہادروں کی طرح جوگی کے پاس چلے گئے اور نکلنے کو کہا، باہم خوب باتیں ہوئیں آخر سب جوگی کہنے لگے کہ پہلے کچھ کرامت دکھاؤ تو ایسی باتیں منہ سے نکالو، جمال الدین نے کہا کہ ہمارا کام کرامت دکھانا نہیں ہے لیکن اب تم کہتے ہو تو مجبوری ہے، اچھا بولو کیا دیکھنا چاہتے ہو۔

کہتے ہیں کہ جوگیوں کو طیش آگیا اور غصہ میں جادو کے ذریعہ چیونٹی کی فوج بنا کر بھیجا تو جمال نے کہا:

(لیاں)

سلیمانے رسیدہ باچنیں زور تو بکشا کی برور لشکر مور
بود معلوم ہمت مور بے قیل درآں وقعے کہ افتد در پئے پیل

جیسے ہی جمال الدین نے چیونٹی کی فوج پر غضب کی نگاہ ڈالی تو کسی کا نام و نشان بھی میدان میں نہ رہ گیا۔ پھر جوگیوں نے شیروں کی فوج بنا کر بھیجی، جمال الدین نے فرمایا کہ بھلا معنوی شیر بھی شیران حق کا مقابلہ کر سکتے ہیں چنانچہ شیر بھی میدان سے بھاگے آخر جوگی نے اپنا سونٹا ہوا میں اڑایا، حضرت جمال الدین نے مخدوم صاحب رحمہ اللہ کا عصا شریف منگا کر اوپر بھینکا عصا شریف نے جوگی کے سونٹے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیا، یہ دیکھ کر جوگی سمجھ گیا کہ اب مقابلے کی تاب نہیں ہے اور کوئی فریب کار گر نہ ہوگا آخر تنگ آ کر بولا کہ مجھ کو مخدوم صاحب کے پاس لے چلو میں ان کے ہاتھ پر

مسلمان ہونگا۔ حضرت جمال الدین جوگی کا ہاتھ پکڑ کر لائے اور حضرت مخدوم صاحب عبد الرحیم کے قدموں پر ڈال دیا۔ حضرت نے جوگی کو کلمہ پڑھایا اور اُس کے چیلے بھی مسلمان ہوئے۔ سب لوگ اپنی مذہبی کتاب حضرت کے سامنے لائے اور آگ میں جلا کر پھونک دیا۔ حضرت نے اُن سے بڑی ریاضت کرائی اور تالاب کے کنارے اُن کی نشست کے لئے ایک جگہ مقرر فرمادی۔ کہتے ہیں کہ جوگی کے اسلام لانے پر اُس دن کوئی پانچ ہزار اشخاص مسلمان ہوئے تھے۔ (۱)

جوگی کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت نے اپنا سارا سامان اُسی مقام پر منگالیا جو پہلے جوگیوں کی جگہ تھی اور ہمراہیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ قیام گاہ تجویز فرمادیا، سب نے اپنا اپنا حجرہ بنالیا اور خانقاہ اشرفی کی تعمیر تھوڑے دنوں میں ملک محمود عبد الرحیم نے کرا دی۔ قرب و جوار کے سادات کرام نے آ آ کر دست حق پرست پر بیعت کی۔ ملک الامرا ملک محمود عبد الرحیم نے اپنی اولاد اور زعیایا کو حضرت کے ہاتھ پر داخل سلسلہ اشرفیہ کیا، حضرت مخدوم صاحب عبد الرحیم کی ملک محمود صاحب عبد الرحیم پر بڑی عنایت رہتی تھی۔ دو تین سال میں جب خانقاہ اور اُس کے لوازم کی تعمیر ختم ہو چکی تو حضرت نے اُس کا نام روح آباد رکھا۔ کبھی کبھی حضرت روح آباد سے پورب جانب مع اصحاب کے تشریف لے جاتے اور جلوہ فرما ہو کر اسرار و معارف کی باتیں فرماتے رہتے اُس کا نام دارالامان حضرت نے رکھا۔ کبھی روح آباد سے اتر طرف تشریف لے جا کر جلوس فرماتے اس کا نام

۱..... صاحب تذکرہ چشت فرماتے ہیں کہ ”چوں حضرت میر جہانگیر عبد الرحیم بعد از سر شرجون پر بمقام کچھوچھو (کچھوچھو) تشریف بردود آئے جوگی کامل بابا نصیر علیہ اعلیٰ کمال کہ در ہوا می پریدند سکونت داشت میر جہانگیر عبد الرحیم آبادی مقابلہ در پیش آمد جوگی انواع انواع تصرفات خود بر آنحضرت جاری کرد آخر عاجز آمد و بخدمت حاضر آمدہ زبان تصدیق اسلام بکشاود با مریدان خود مرید گردید۔“ (تذکرۃ الاصناف ص ۳۷۵)۔

روح افزا ہے اور بارہا اُس مقام کے لئے ارشاد فرمایا کہ یہاں اولیاء، اولاد، اختیار اور رجال الغیب سب آتے رہتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ تم لوگ بھی یہاں آ کر فیضیاب ہوتے رہو۔ غرض اس زمانے میں روح آباد آستانہ حضرت کچھوچھو مقدسہ کی چہل پہل بڑھ گئی اور انوار و برکات سے یہ سرزمین مقدس مالا مال ہو گئی۔ (۱)

محبوب یزادانی

سچ ہے مصرعہ۔ عشق اول در دلی معشوق پیدا میشود۔ جذبات محبت کا ہیجان اور وارفتگی کے آثار جس قلب و وجود میں آج دیکھو تو سمجھ لو کہ کل یہی ہستی محبت کی دیوی اور یہی وجود محبوبیت کا مجسمہ ہوگا، جو آج دائرۂ محبت کی گردش میں ہے وہ کل اس محیط کا مرکز بن جائے گا۔ اس وادی کا سیاح اگر آج بتلائے آبلہ و خار ہے تو کل وہ محل نشین و سوار ہو جائے گا، جو آج محبت کا بیمار ہے وہ کل مسیحاۓ روزگار ہوگا۔ نمک بر جراحت کا لذت آشنا پہلے قلب محبوب ہی ہوتا ہے۔ دستِ جنونِ عشق پہلے دامن و گریبانِ معشوق ہی کو چاک کرتا ہے۔ عشق پہلے عاشق ہی کے قلب میں چٹکیاں لیتا ہے اور نشترِ محبت پہلے محبت ہی کے جگر پر چلتا ہے، عشق کا جنون پہلے لیلیٰ ہی پر سوار ہوا تھا اور محبت کی تلخیاں پہلے شیریں ہی کے لئے ذائقہ نواز ہوئی تھیں۔ غرض عشق و محبت کا پہلا مکان قلبِ محبوب ہے اور اسی شرفِ تقدیم کی بدولت جو پہلے گرفتار محبت ہوتا ہے، وہ اپنے دامِ محبت میں ہزاروں کو ہمیشہ گرفتار رکھتا ہے۔ اس قانون کا تعلق صرف عالمِ حجاز ہی سے نہیں ہے بلکہ یہ وہ حقیقت ہے کہ عالمِ حقیقت کی بنیاد بھی اسی قاعدہ کلیہ پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا غیر معمولی اذیتوں پر صبر فرمانا، تبلیغِ حق پر مخالفت کا جوشِ قوم کی طرف سے ہونا، طرح طرح

(۱)..... تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، لطائفِ اشرفی، مراۃ الاسرار، جزء الامنیاء، صحائفِ اشرفی وغیرہ۔

کے ناگفتہ بہ حالات کا پیدا ہونا، ترک وطن پر مجبور ہونا، انتقام کی قوت رکھتے ہوئے جبال مصائب کا تحمل فرمانا اور اسی قسم کے واقعات اگر طلب مولیٰ و عشق الہی کی پہلی منزل تھی تو اس کے بعد اعداء کا ستیاناس ہو جانا، اقوام پر فتح پانا، ہر العزیز کی کا خلعت پانا، دشمنوں پر عتاب و تہدید نازل ہونا، کلام محبوب سے لذت شناس ہونا اور خلعت و محبوبیت کے تاج سے سر بلند ہونا اُسی ابتدائے عشق کا لامی نتیجہ ہے۔

مولیٰ علیہ السلام نے پہلے فرعون کے تفوق پر صبر کیا پھر اپنے کو سر بلند پایا، ابراہیم علیہ السلام نے پہلے نار نرد کو نارِ جہنم سے کم سمجھا تو اُس کو گلزار پایا، پہلے راہ مولیٰ میں لُخت جگر کو گویا ذبح کر ڈالا تو اپنی خلعت کی یادگار قیامت تک کے لئے چھوڑ دی۔ اور ہاں ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ نے پہلے اعلان حق کی بنا پر نرغہ اعداء میں حضرت اِیم بانی ﷺ کے گھر میں اپنے کو محصور پایا تو اس کے بعد پھر معراج و قرب کی محفل جمائی گئی۔

صحابہ کرام کی ابتدائی دشواریاں اور خاندان نبوت کے پہلے افراد کا اپنے لہلہاتے باغ کو لٹکانا کسے نہیں معلوم! یہ حسن کے جگر کے کلڑوں اور حسین کے خون کے قطرؤں کا رنگ ہے جو باغِ اسلام ہر ابھرا اور مجسمہ اسلام سرخرو نظر آ رہا ہے۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعیں)۔

راہِ سلوک کی دشوار گزار گھاٹیوں کا حال غوث الثقلین ﷺ و خواجہ غریب نواز ﷺ سے پوچھو، طلب مولیٰ کی سنگلاخ زمین کی مصیبتوں کی کیفیت اولیاء عرب و خواجگان ہند سے دریافت کرو جن کو عشق الہی میں پابہرہ وادیہ نور دی، بیوٹنی اور فاقہ کشی کی لذتوں نے غوث و قطب و محبوب بنا دیا **تعالیٰ سورہم العزیز و نفعنا ببہمکاتھم**۔

حضرت محمد و صاحبِ علیہ (رحمہ) نے عشق الہی کی راہ اور طلب مولیٰ کی سبیل میں

سب سے پہلا قدم بچپن میں ہوش سنبھالتے ہی رکھ دیا تھا اور پھر ترکِ سلطنت اور سفرِ راوت کے مافوق الفہم واقعات نے دعویٰ محبت کی صداقت کو عالم آشکار کر دیا تھا۔ بارگاہِ شیخ میں جذباتِ خدمت کا دفور سب پر ظاہر ہو چکا تھا۔ جہانگیری و مقبولیت کا چمکتا تاج فریقِ اقدس پر رکھ دیا گیا تھا اور وہ وقت آ گیا تھا کہ جس نے عاشقانہ لباس پہن کر اس میدانِ محبت کی مشکلات کو برداشت کیا تھا اُس کا جامہ زیبِ بدن محبوبیت کے لباس سے لمبوس کیا جائے اور دنیا دیکھ لے کہ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ، جو اللہ کا ہو رہتا ہے وہ اللہ اُس کا اللہ ہو جاتا ہے من یحب اللہ یحبہ اللہ جو محبتِ الہی کا متوالا ہوتا ہے وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ۲۷/ماہ رمضان المبارک ۸۲ھ کی رات کو روحِ آباد کچھو چھہ شریف میں حضرت کو شبِ قدر ملی مریدین و خلفاء اور قلندران و اربابِ صفا کا اچھا خاصہ مجمع تھا آپ کے بھانجے اور جانشین حضرت نور العین (۱) اور خلیفہ ابن خلیفہ حضرت ورثیم ابن حضرت شیخ کبیر اور خلفاء و اصحاب طیر یعنی حضرت شیخ رکن الدین

علیہ السلام..... حضرت مخدوم آفاق حاجی الحرمین مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق نور العین علیہ الرحمہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جاگیر سمانی قدس سرہ کی خال زاد بہن کے صاحبزادے، مرید صادق، خلیفہ اعظم اور نایاب خانوادہ غوثیہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سید عبدالرزاق بن میر سید حسن عبدالغفور جبلی بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد ابوالحسن شریف بن میر سید موسیٰ شریف بن میر سید علی شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید حسن شریف بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد شریف، بن میر سید ابوالحسن الدین بن میر سید ابوالصالح بن میر سید عبدالرزاق بن میر سید محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹)

حضرت مخدوم سمانی قدس سرہ نے دوسری بار چار سالہ قیام پندہ و شریف کے بعد عالمی سیاحت کا دوبارہ قصد فرمایا اور اسی سلسلے میں قہاتِ عالیہ کی سیاحت فرماتے ہوئے قصبہ گلخان بھی ہو گئے۔ وہاں چند روز آپ نے قیام فرمایا اور اسی اثناء میں حضرت سید عبدالرزاق جن کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی، کو آپ سے کچھ انس کی روک ٹوک پیدا ہو گئی کہ بالآخر ان کے والدین نے بھی بر غت و رضا اپنے سعادتمند صاحبِ اقبال فرزند کو حضرت مخدوم سمانی علیہ

(لاہ) کی خدمت و ملازمت میں پیش کر کے اپنے سارے حقوق سے دستبردار کر لی۔ حضرت مخدوم نے بعد جان سید زادہ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا اور اس طرح ”نسبائے دو دو مان سیادت و قربت ہائے خاندان ثابت تازہ کر بند“ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۰)

حضرت مخدوم سنائی قدس سرہ نے سید عبدالرزاق کو نورالین کا خطاب عطا فرمایا اور اپنی آغوش ولایت میں حضرت نورالین کی پرورش و تربیت کی۔ تمام علوم صوری و مستوی کی دولت بے کراں سے لالا مال فرما کر انہیں تکمیل و ارشاد کے اعلیٰ سرے پر پہنچایا۔ (مخالف اشرفی، ورق ۱۳۸)

مؤلف لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ ”قرب کی سال طریق خدمت حضرت قدوۃ الکبریٰ (یعنی حضرت مخدوم سنائی علیہ السلام) سپردہ و سر و حضر حاضر بودہ درین مدت گاہی یاد دادر کہ حضرت ایٹان امری فرمودہ باشند بجز سید زادہ (یعنی حضرت نورالین علیہ السلام) دیگر بہت کردہ باشند“۔ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۶)

حضرت نورالین علیہ السلام کی فضیلت اور عالی مقامی کے باب میں حضرت مخدوم علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی بھی قابل توجہ ہے کہ ”شیخ زادہ کم بر جاہ یافتہ شد، من خود شیخ زادہ دارم کہ شیخ زادہ باشند و کارادش زادن باشند و دیگران از ملب میرانید عبدالرزاق را من براہ چشم زادہ ام یاد جو آئنگہ نسبجا دارم“۔ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۱، مخالف اشرفی: ص ۱۱۹)

حضرت نورالین علیہ السلام کی شادی موضع نصیر آباد ضلع فیض آباد جو کچھ چتر شریف سے ۱۰ میل شمال کی جانب دریائے گھاگمرا کے کنارے آباد ہے، کے ایک سید گمرانے کی خاتون سے ہوئی تھی اور آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جیسا کہ شاہ سید مخدوم بخش ابن شاہ سید دو گاہی اشرف نے جو حضرت نورالین علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ حسین علیہ السلام کی اولاد کے بزرگوں میں سے تھے، اپنے ملفوظات میں تحریر کیا ہے کہ ”چوں حضرت مخدوم شاہ حامی الحرمین از وطن شریف خود آوروہ علم ظاہری و باطنی تعلیم نمودند موضع نصیر آباد کہ درجا مساوات صحیح النسب از سابقین آباد و بعد شادی کردند و ادراش پسر عالی گہر و جدو مدع“ (مخالف اشرفی، ورق ۱۳۰)

حضرت نورالین علیہ السلام کے تمام فرزندان یعنی حضرت شاہ سید شمس الدین، حضرت شاہ حسین، حضرت شاہ سید حسین، حضرت شاہ سید احمد اور حضرت شاہ سید فرید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی قدس سرہ نے جامہائے تبرک عطا فرمایا جو حضرت کو مختلف بزرگان دین سے ملحقہ اور بکمال شفقت و رحمت حضرت مخدوم علیہ السلام نے سارے فرزندان کے حق میں علیحدہ علیحدہ حقائق آمیز وصارفہ انگیز کمالات و ارشاد فرمائے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مخالف اشرفی ج ۲ ص ۳۱۱، نیز حضرت مخدوم کے کلمات طیبات کی عالمانہ

شرح ووضاحت کے لئے ملاحظہ ہو۔ صحائف اشرفی، ورق ۱۱۸، ۱۲۰

حضرت شاہ سید شمس الدین حبیب الرحمن صاحب نے حضرت مخدوم سنانی قدس سرہ کی وفات کے دو سال کے بعد ۸۱ھ میں نانچھرا انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر میں (۲۰) سال کی تھی۔ حضرت شاہ سید شمس الدین کی وفات کے بعد حضرت نورالامین حبیب الرحمن نے اپنی کنیت الہامسن رکھی اور بقول صاحب صحائف اشرفی ”فرزند دومی خود را کہ شاہ حسن نام داشت فرزند اکبر خود شمر دند“۔ حضرت نورالامین حبیب الرحمن کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ سید فرید حبیب الرحمن نے بھی کچھ زیادہ عمر نہ پائی اور دو پشت کے بعد ان کی نسل ہی منقطع ہو گئی۔ (صحائف اشرفی، ورق ۱۲۰) حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت نورالامین حبیب الرحمن کے باقی تین فرزندوں یعنی حضرت شاہ سید حسن خلف اکبر حبیب الرحمن، حضرت شاہ سید حسین حبیب الرحمن اور حضرت شاہ سید احمد حبیب الرحمن ہی سے خاندانہ اشرفیہ دودہ دمان غوثیہ کا فردغ ہوا۔ چنانچہ آج بھی ہندوپاک کے مختلف علاقوں میں ان تینوں فرزندان نورالامین حبیب الرحمن کی اولادیں آباد ہیں اور ہر شاخ میں ہر سجدہ ششہ جدا گانہ طور پر ادا کی جاتی ہے۔ اس موقع پر حضرت مخدوم سنانی حبیب الرحمن کا بیہ بیخ ارشاد گرامی اور فیض یافتہ ای بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ”عبدالرزاق فرزند عان اور اخترانہ الہی شریک ساجیم از حضرت تانہ تانی درخواست کردہ ایم کہ اگر اولاد اتحاد عبدالرزاق تاجع بود ہرگز کسی محتاج نشود باندک توجہ آئنا ہمت مردان درکار خواہ بود..... داگر برود مخلوق روند خواہر گند“

(لطفائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۲، صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹)

۱) عبارت پر بشارت اور فیض مخدومی کی بناء پر حضرت نورالامین حبیب الرحمن نے اپنی تمام زندگی میں سلطان حسین شرفی نیکر کی پیروی کی ہوئی معافی دعا کر کے قبول نے کیا اور عرصہ کا وقاعد میں مجمع مناجات پر سبقت حاصل فرمائی۔ (صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹) شاید حضرت نورالامین حبیب الرحمن کے انہی مخلصانہ مجاہدے اور عارفانہ ریاضت و عمل کا ثمرہ تھا کہ حضرت مخدوم سنانی حبیب الرحمن نے اپنے آخری لمحات حیات ظاہری میں ایک خاص موقع پر بجوش مرام خروار نہ فرمایا کہ ”فرزند عان نورالامین کو دوست رکھنے والا میرا دوست ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے وہ جمع خاندان چشت دودہ دمان اہل بہشت کا یہ خواہ ہے“۔ (لطفائف اشرفی ج ۲ ص ۴۱۱)

حضرت نورالامین حبیب الرحمن کے سزوات پر تذکرہ نگار مختلف انخیال ہیں لیکن وفات کی تاریخ، مہینہ اور مدت عمر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ سزوات پر اختلاف رائے کی سب سے بڑی وجہ صاحب لطفائف اشرفی کا یہ بیان ہے کہ ”صد و نوبت سال عمر کمال سید عبدالرزاق یافتہ بودند، دوازده سالہ بودند کہ شرف ملازمت مشرف شہند، چہل سال بر سر سجادہ ارشاد اصحاب طلب و اجرائی اور باب تلب استعمال داشتند، باقی حیات صرف خدمت حضرت قدودہ

الکبری شدہ (لطف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۱) چنانچہ بعض واقعہ نگاروں نے حضرت مخدوم سہانی قدس سرہ کے کن وقات ۸۹۸ھ میں ۲۰ سال جمع کر کے ۸۴۸ھ کو حضرت نور الدین جلیل الرحمن کا سن وقات منسوخ کر لیا جس کی تاریخی صحت غیر یقینی اور ناقابل اعتبار ہے۔

اس سلسلے میں پہلی دلیل یہ ہے کہ مکتوبات اشرفی کو حضرت نور الدین جلیل الرحمن نے مرتب فرمایا تھا اور لفظ مکتوبات سے سن تالیف برآمد ہوتا ہے (ملاحظہ ہو: صحائف اشرفی، ورق ۱۳۱) مکتوبات کے اعداد ۸۶۹ ہوتے ہیں اور اس حساب سے ۸۶۹ھ میں حضرت نور الدین جلیل الرحمن کے باجیات رہنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ بھی ہے: ونیز در لفظاتی کہ از میں خاندان است دیدہ ام کہ وقات شریف در سنہ ہشت صد و ہشتاد و چہری (۸۷۶ھ) نوشتہ "صحائف اشرفی، ورق ۱۳۱)

تیسری دلیل یہ ہے کہ میر غلام محیک نیرنگ مرحوم، مقدمہ صحائف اشرفی مطبوعہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء کے ص ۲ پر حضرت نور الدین جلیل الرحمن کا سن وقات ۸۷۶ھ بتاتے ہیں اور وقات کا مادہ تاریخ "مقدمہ آفاق" تحریر کیا ہے۔ اس بیان کی تصدیق و توثیق اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو قبۃ اشرفیہ میں حضرت نور الدین جلیل الرحمن کے مزار سے متصل شرقی دیوار پر کندہ ہے۔ علاوہ ازیں انوار اشرفیہ، حضرت حاجی الحرمین مولانا سید شاہ اشرف حسین سجادہ نشین سرکار گھاس بھی اس دعویٰ کا اثبات دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: انوار اشرفی، ص ۱۳۱)

چوتھی دلیل کے طور پر یہ واقعہ بھی ذہن میں رکھئے کہ سلطان حسین شرقی (التونی-۱۰۹ھ) نے اپنے عہد سلطنت میں حضرت نور الدین جلیل الرحمن کی خدمت میں ایک جاگیر معانی بطور نذر پیش کرنی چاہی تھی جسے حضرت نے قبول نہ فرمایا (ملاحظہ ہو: صحائف اشرفی، ورق ۱۳۹) سلطان حسین شرقی ۹۸ھ میں تخت حکومت پر متمکن ہوا، لہذا ۹۸ھ کے نقل حضرت نور الدین جلیل الرحمن کا سن وقات کس طرح لائق اعتبار ہو سکتا ہے؟

پانچویں اور اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اگر بالفرض محال حضرت نور الدین جلیل الرحمن کا سن وقات ۸۷۸ھ تسلیم کر لیا جائے تو ان کا سن پیدائش ازوئے حساب ۳۸۷ھ قرار پائے گا اور بارہ سال کی عمر یعنی ۴۰۰ھ میں ان کی حضرت مخدوم سہانی جلیل الرحمن سے پہلی ملاقات کو بھی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت مخدوم سہانی جلیل الرحمن نے ۳۵۱ھ میں بیت و خلافت حاصل فرمائی اور ۹ سال مسلسل پنڈ وہ شریف میں قیام فرما کر ۴۳۷ھ میں اپنے جبر و مرشد کی اجازت سے سکھ اور عالمی سیاحت کا سہلا پر و گرہ بنایا اور جب دوسری بار عالمی سیاحت کا قصد فرمایا تو قبۃ بگرامان بھی پہنچے۔ ایسی صورت میں یہ تاریخی قیاحت لازم آتی ہے کہ سالوں قبل ہی حضرت نور الدین جلیل الرحمن کی ملاقات کا واقعہ کیونکہ وقوع پذیر ہو سکتا ہے؟

شاہباز و حضرت شیخ اصفیل الدین سفید باز اور حضرت شیخ جمیل الدین جبرہ باز و دیگر علماء و مشائخ مثلاً حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و حضرت شیخ شمس الدین اودھی و حضرت شیخ عارف و حضرت شیخ معروف و حضرت ملک محمود و غیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی رات کی بیداری میں حاضر تھے، مطلع فجر کے وقت سب لوگوں نے سنا کہ ہاتف نبی نے ندا دی کہ ”اشراف ہمارا محبوب ہے۔“

اس مژدہ جانفزا کو سنتے ہی خانقاہ اشرفی میں عید کا سماں کھینچ گیا اور نیاز مندان بارگاہ کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

مبارک اور سلامت کے نعروں کی آواز بازگشت آسمان سے آنے لگی اور شب قدر کی برکات نے سب کو حسب مراتب بالا مال کر دیا۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ روزانہ نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرماتے تھے اور طے زمان و مکان کی

ان سارے شواہد کی بنیادوں پر راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ بعض تذکرہ نگاروں سے صاحب لطائف اشرفی کا مفہیم اخذ کرنے میں لغزش ہو گئی ہے اور تاریخی مطابقت کو نظر انداز کر دینے کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ لطائف اشرفی کی عبارت سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ”صاحب طلب و ارباب قلب کی خاطر سے حضرت نور العین علیہ الرحمہ چالیس (۴۰) سال تک مسند سجادگی پر مسلسل رفیق افروز رہے، لیکن اس عبارت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد صرف چالیس (۴۰) سال تک حضرت نور العین علیہ الرحمہ کی شیخ حیات روشن رہی اسی بناء پر راقم الحروف کی یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ ۸۰۸ھ (سنہ وفات حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ) کے بعد منصب خلافت و سجادگی کی ساری ذمہ داریاں اور تمام تقاضے حضرت نور العین علیہ الرحمہ کو کشاں کشاں لئے بھرتے رہے لیکن انہوں نے اپنی عمر کے آخری چالیس (۴۰) سال سرزمین روح آباد (کچھو چھر شریف) ہی میں گزاریے اور مسند رشد و ہدایت کو مستحضر وقت بخشی اس توجیہ سے تاریخی تباہی بھی رفع ہو جاتی ہیں اور لطائف اشرفی کی عبارت کا مفہیم بھی واضح اور غیر تشریح طلب ہو جاتا ہے۔ اب حضرت نور العین علیہ الرحمہ کا سنہ وفات ۸۷۷ھ اور ۸۷۲ھ دونوں معتبر ہو سکتے ہیں لیکن اجماع و قیاس کے اصولوں کے پیش نظر ۸۷۲ھ ہی مستند ترین سنہ وفات حضرت نور العین علیہ الرحمہ ہے۔

کرامت روزانہ ظاہر ہوتی تھی چنانچہ اُس شب قدر کی صبح کو بھی آپ کہ معظمہ نماز فجر ادا فرمانے تشریف لے گئے وہاں حضرت شیخ نجم الدین اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، حضرت کو دیکھتے ہی فرمایا کہ ”محبوب یزدانی“ آئے۔ آپ کو یہ خداوندی خطاب مبارک ہو، دونوں بزرگوں نے اظہار سرور کے لئے معافتحہ کیا اُس وقت تقریباً پانچ سو مشائخ کرام حرم شریف میں موجود تھے، سب نے حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مبارکباد دی اور ہر ایک حضرت کی رفعت مرتبت پر خوش و شادان تھا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں تشریف لے جاتے مشائخ کرام آپ کو محبوب یزدانی کہہ کر مخاطب کرتے یہاں تک کہ یہ آواز غیبی آسمان وزمین میں گونج اٹھی اور حضرت کی محبوبیت کا پرچم فرش سے عرش تک لہرانے لگا اور ہر زبانِ مسلم پر نام نامی کے ساتھ ”محبوب یزدانی“ کا لقب جاری ہو گیا۔ اِنَّكَ فَضَّلَ اللّٰهُ يُوْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

غوث العالم (۱)

ابھی حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ خداوندی سے ”محبوب یزدانی“ کا

۱۔ غوثیت کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہونے کے علاوہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سنائی فرس نے حضرت ابو الرضا حامی رتن، ابنِ نصر ہندی رحمۃ اللہ علیہ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، کے دیدار ملاقات کا شرف بھی حاصل فرمایا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سنائی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ارشاد ہے: ”وَقَدْ كُنْتُ كَرَامِي فَقِيرٌ بِمِلَّةِ زَمْتِ حَفَرْتِ ابُو الرضَا رَتْنِ رَسِيدِ دَاوِ الْاَوَاعِ الْاَلْفِ اَيَّاشِاں بہر مند شدہ یک نسبت خرقہ ایس فقیر تھ حضرت رتن میرسد وادرا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم“

(لطائف اشرفی ج ۱، ص ۳۷۸)

اس لحاظ سے آپ تابعی ہوئے اور اس امتیازی وصف نے حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو جملہ مشائخ کے درمیان منفرد و درجہ مثال بنادیا۔ حضرت حامی رتن رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ”الاصابة في تمييز الصحابة“ ص ۲۲۵ تا ۲۲۷ دراجع الی ذکر کے لئے، اذکار ابرار ص ۳۶، ۳۷۔

خطاب عطا نہیں ہوا تھا کہ حضرت کے ترک سلطنت کی مقبولیت کا تاج بلند رتبہ سر پر رکھ دیا گیا تھا اور ترک تخت سلطانی کے بعد سریر جہان بانی و فریادری پر حضرت بٹھادیئے گئے تھے یعنی وہ نعمت عظمیٰ و مہبت کبریٰ جس کا درجہ نبوت کے بعد مراتب ولایت میں سب سے اعلیٰ اور جس کو اصطلاح میں مرتبہ غوثیت کہتے ہیں اُس پر حضرت فائز ہو گئے تھے۔

اور اس طرح نہ صرف سمنان بلکہ تمام عالم کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہو گئی اور عالم کا عالم حضرت کی بارگاہ یکس پناہ کا بھکاری اور فریادی بن گیا اور ایک ایک کی فریاد سن کر درگاہ عالم پناہ سے سب کی آرزوؤں کی جھولی رحم و کرم سے بھری جانے لگی، دنیا پکار اُٹھی کہ ۔

یاسید اشرف جہا نگیر دست من زار و ناتواں گیر

اور تجربہ کے بعد زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ۔

ہر کہ آید بر درت امیدوار برنگرد و تانہ یا بدید عا

حضرت کا نام نامی رو بلا و مصائب کے لئے آہنی قلعہ بن گیا اور آسیب و حر و جنون کے لئے خاک و رو چراغ آستانہ اکسیر اعظم ہو گیا (۱) جس کے تحریری اعتراف کا شرف مجھ سے پہلے حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) نے اخبار الاخیار شریف میں حاصل کر لیا ہے۔ واقعہ یوں گذرا کہ حضرت مخدوم صاحب حبیب (رحمہ اللہ) آدھی رات گئے حضرت نور الدین حبیب (رحمہ اللہ) اور حضرت کبیر حبیب (رحمہما) کو خیمہ مقدسہ میں طلب فرما کر حقائق و معارف کی تعلیم دیا کرتے تھے، ایک رات کو شیخ الاسلام کو یہ شرف عطا فرمایا

۱..... "نام سید درآں دیار در دفع جن بھایت موثر است" (اخبار الاخیار، ص: ۱۶۶)

۲..... التوفی ۱۰۵۱ھ۔ آپ کے حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو: اذکار برابر رحمۃ اللہ علیہ، رد و کوثر، اور حیات شیخ عبدالحق محدث حبیب (رحمہ دہلوی)۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت کی حالت عجیب و غریب ہو گئی، یہ لوگ اس مشاہدہ سے بیحد مرعوب ہو گئے اور خیمہ میں ٹھہر نہ سکے تو باہر نکل کر بیٹھ گئے اور دیکھا کہ حضرت بیخودی کی حالت میں ٹہل رہے ہیں۔ کوئی ایک پہر رات کا حصہ گزرا تو حضرت کی بیخودی جاتی رہی اور فرمایا کہ الحمد للہ مجھ کو مل گیا۔ یہ سن کر حضرت نور العین علیہ السلام و حضرت کبیر علیہ السلام و شیخ السلام علیہ السلام کو سخت حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ پہلے بیخودی کا رنگ تھا اور اب فرماتے ہیں کہ ”مجھ کو مل گیا“۔

اس کی تو تاب نہ تھی کہ اس بارے میں کچھ دربار دربار میں عرض کر کے حقیقت حال معلوم کر لیتے مگر اس کے سوا چارہ کار بھی نہ تھا۔ واقعہ کے جاننے کا شوق اس درجہ تھا کہ حضرت نور العین علیہ السلام نے جرأت فرما کر آخر عرض ہی کیا کہ حضور اس درجہ بے بسی آج اس وقت کیوں تھی؟

حضرت مخدوم صاحب علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کی رات ماہِ رجب کے ۷۷۷ کو غوثِ زمانہ نے جن کی زیارت کا شرف ہم کو جبلِ الفتح پر حاصل ہوا تھا سفرِ آخرت اختیار فرمایا ہے۔ سارے اکابر و روزگار کو اس کی تمنا تھی کہ اب اس عہدہ جلیلہ کے لئے اُن کا انتخاب ہو مگر اس بمقابلِ عظمت کا تاج کسی کے سر پر ٹھیک نہیں اُترتا تھا۔ حق تعالیٰ کے جبہ کریم کو ہزار ہا حمد کہ اُس نے خُص اپنی عنایت بے غایت سے اس فقیر کو غوثیت کے تاجِ وزین سے سر بلند فرمایا۔

اس تفویضِ عہدہِ عظیمہ کے بعد میں نے نمازِ جنازہ پڑھائی کیونکہ جنازہ غوث کی نمازِ غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے اور جنازے کو میں نے اور عبدالرب نے اور عبدالملک نے اور ایک بزرگ اوداد سے تھے اُنھوں نے اُٹھایا۔ اس عہدہ غوثیت سے

پہلے میں امام عبدالملک تھا اور غوث کے واسطے جانب میری جگہ تھی، اب میں غوث ہو گیا اور امام عبدالرب ترقی کر کے امام عبدالملک ہوئے اور ایک بزرگ اوتاو سے عبدالرب ہوئے اور اوتاو میں ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے اور اخیار میں ایک ابرار سے اور ابرار میں ایک نجبا سے اور نجبا میں ایک نقبا سے اور نقبا میں ایک عام اہل اسلام سے داخل کیا گیا چنانچہ میری درخواست پر مسلمانوں میں شکر تلی کو اس مرتبہ یہ شرف حاصل ہوا۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔
حضرت مخدوم صاحب رحمہ اللہ نے تمام عالم کی سیر و سیاحت ۳۰ برس تک فرمائی اور تقریباً پانسوا دلیاء اللہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ (۱) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت سید محمد گیسو راز (۲) اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار (۳) کا وہ زمانہ تھا۔ اس سیر میں تقریباً پانسوا دلیاء اللہ سے ملنا ہوا اور خوارق عادات و کرامات کا اس قدر ظہور ہوا کہ عرب و عجم قدموں پر قربان ہونے لگا اور روئے زمین برکات اشرفیہ سے سیراب ہو گئی جس کی تفصیل کتاب مستطاب لطائف اشرفیہ میں ہے، لہذا شائقین اُس کی طرف توجہ کریں۔

۲۸/ محرم ۸۰۸ھ کو درگاہ کچھوچھو شریف میں بوقت نماز عصر محفل سماع میں مسکراتے ہوئے محبوب حقیقی کے وصال حقیقی کو ان اشعار پر اختیار فرمایا۔

گر بدست تو آمدہ اجلم قدر ضینا بما جرے القلم
خوتر زیں دگر نباشد کار یار خنداں رود بجانب یار

۱..... حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۱ھ)۔

۲..... المتوفی ۸۲۵ھ۔

۳..... المتوفی ۸۲۰ھ۔

سیرِ جہند جمالِ جاناں را جاں سپارو نگارِ خنداں را
 حضرت بھی قوالوں کی ان اشعار میں موافقت فرماتے تھے یہاں تک کہ اسی
 مبارک محفل میں عالمِ آخرت کا سفر فرمایا۔ بارہ ہزار ہزار امان و اودا و ابدال وغیرہ حاضر
 تھے اور قرب و جوار کے اکابر و عمائد کا بیٹھا ہجوم تھا۔ مزارِ اہل انوار درگاہ کچھوچھو شریف میں
 آج بھی زیارت گاہِ خلافت و نفع بخش کائنات ہے اور آج تک حاجتمندوں کی آمد و رفت سے
 روزانہ میلہ لگا رہتا ہے۔ پورا ماہ آگمن اور ماہ محرم کی ۲۶ سے ۲۹ تک حاجتمندوں اور
 مشائخ و علماء کا غیر معمولی مجمع رہتا ہے۔ آستانہ مقدسہ پر روزانہ جن خوارقِ عادات کا ظہور
 ہوتا ہے اُس کا بیان طولِ تحریر کا باعث ہے۔ ان مختصر لفظوں کے ساتھ حضرت غوثِ العالم
 محبوبِ یزدانی خدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاء عنی
 کا اجمال ذکر پاک ہدیہ ناظرین کیا گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قبول فرمائے اور خدامِ غوث
 کے دفتر میں نام لکھ لے۔ مصرع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

نتائج

- (۱) ترک دنیا گیر تا سلطانِ ثنوی۔
- (۲) من کان للہ کان اللہ لہ۔
- (۳) من طلب شیقا وجدّ وجد۔
- (۴) خدمتِ شیخ و وصول الی اللہ کا پہلا زینہ ہے۔

حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان
سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ
کی سو سالہ حیات مقدسہ پر ایک اجمالی نظر

سن پیدائش ۵۷۰۸ھ
تکمیل علوم و فنون ۵۷۲۲ھ (۱۴ سال کی عمر میں)
تخت نشینی ۵۷۲۳ھ (بعد وفات پدر)
ترک سلطنت ۵۷۳۳ھ (مدت خلافت ۱۰ سال)
بیعت و خلافت ۵۷۳۵ھ (سمنان سے پنڈوہ شریف کا فاصلہ ۲ سال میں تمام ہوا)
پہلا قیام پنڈوہ شریف ۵۷۳۵ھ تا ۵۷۴۱ھ (۶ سال)
رواگی از پنڈوہ شریف ۵۷۴۲ھ

جون پور میں پہلی آمد ۵۷۴۲ھ (دور عہد سلطنت تغلقیہ)

یہاں سے حضرت غوث العالم نے عتبات عالیہ کی سیاحت کا پروگرام
بنایا اور ایک عرصے تک بلاد شرقیہ و ممالک اسلامیہ کی سیر فرماتے رہے۔ جزیرہ
العرب کے علاوہ مصر، روم، شام، عراق اور ترکستان کے مختلف علاقوں اور شہروں
میں بھی آپ کا گزر ہوا اور اس وقت کے جملہ مشائخ عظام اور اولیائے کبار سے
آپ نے فیوض و برکات حاصل کئے۔

۵۷۵۰ھ میں حضرت حاجی نظام بخاری (رحمہ اللہ) لطف اشرفی حضرت غوث
العالم کے سلسلہ ارادت میں داخل ہوئے جو حضرت کے سفر و حضر میں آخر دم تک ساتھ رہے۔

ہندوستان کو واپسی ۵۷۵۸ھ (ممالک شرقیہ کی پہلی سیاحت کا

زمانہ پندرہ (۱۵) سال قیاس کیا گیا ہے)

بلاد شریفہ کی واپسی کے بعد حضرت غوث العالم نے دوسری بار سفر پٹنڈہ شریف اختیار فرمایا اور چار سال تک اپنے پیر و مرشد کے فیوض و برکات حاصل فرما کر حرمین شریفین کی زیارت کا دوبارہ قصد کیا۔ اسی سفر میں آپ اپنی خالہ زاد بہن کی ملاقات کے لئے گیلان پہونچے اور اپنے بھانجے سید عبدالرزاق نورالعین عبید اللہ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا، یہ ۶۵-۶۴ھ کا واقعہ ہے۔

ہندوستان کو دوبارہ واپسی ۶۸ھ (ممالک شریفہ کی دوسری سیاحت غالباً ۱۰ سال پر مشتمل ہے)

منصب غوثیت پر فائز ہوئے ۷۰ھ (ہم مقام گلبرگہ شریف)
 محبوب یزدانی کا خطاب ملا ۸۲ھ (ہم مقام روح آباد کچھو چھا شریف)
 اسی سنہ میں حضرت غوث العالم نے تیسری بار اپنے پیر و مرشد کا نیاز حاصل کرنے کی غرض سے پٹنڈہ شریف کا سفر کیا۔ جب آپ قصبہ میر شریف پہونچے تو حضرت شیخ شرف الدین محیی میری عبید اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت شیخ کے فیوض روحانی سے مالا مال ہو کر پٹنڈہ شریف کی جانب تیز گام ہوئے۔

تعمیر آستانہ عالیہ اشرفیہ ۹۳ھ (مادہ تاریخ ”عرش اکبر“ ہے)
 پٹنڈہ شریف میں آخری بار حاضری و قیام ۸۰۱ھ تا ۸۰۳ھ (بعد وفات پیر مرشد اور بوقت جانشینی پیر زادہ حضرت نور قطب عالم پٹنڈوی)
 جون پور میں دوسری آمد ۸۰۴-۸۰۵ھ (ورعہ سلطان ابراہیم شرقی)
 مستقل قیام روح آباد تا وفات شریف ۸۰۵-۸۰۸ھ۔

﴿ تصانیف جلیہ حضرت غوث العالم ﴾

۱۔ رسالہ غوثیہ :- اس رسالے میں منصب غوثیت سے متعلق تمام باتوں کا اندراج ہے۔ حضرت غوث العالم ہی کا ارشاد ہے کہ ”اکثر انچہ مناسب غوث بود و مقامات و مقالات اور در رسالہ غوثیہ ثبت کر دیم“۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۰۶)

۲۔ رسالہ مناقب اصحاب کاملین و مراتب خلفاء راشدین :- اس رسالے کے عنوان ہی سے اصل مضمون مترشح ہوتا ہے۔ حضرت غوث العالم نے تحصیل بیعت و خلافت کے بعد پنڈوہ شریف سے روانہ ہو کر قصبہ محمد آباد گوہنہ (جواب ضلع اعظم گڑھ میں ہے) میں نزول اجلال فرمایا۔ وہاں کے علماء نے حضرت کی اس تصنیف پر اعتراض کیا اور مناقب علی علیہ السلام کے نسبتاً زیادہ ہونے پر فرض کا الزام لگایا۔ بالآخر ایک طویل بحث و تمحیص کے بعد یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا اور علماء نے اپنی غلط فہمیاں تسلیم کر لیں البتہ اس تصنیف کی تاریخی حیثیت کو چارچاند لگ گئے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۸-۱۹ برکات چشتیہ ۶۱۳۵۶)۔

۳۔ بشارت الاخوان :-

۴۔ ارشاد الاخوان :-

۵۔ فوائد الاشرف :-

۶۔ اشرف الفوائد :-

ان تمام تصانیف میں تصوف و معرفت کے رموز و اسرار ظاہر کئے گئے ہیں اور

یہ تصنیفات حضرت غوث العالم کی ابتدائی کاوشوں کی آئینہ دار ہیں۔ ایک جگہ حضرت ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ ”پیش از اطلاع این فن ازیں فقیر وقوع یافتہ“

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۱۳)، برکات چشتیہ ص ۵۵۸

نواید الاشرف الفوائد کو گجرات کے احباب و متوسلین کی ہدایت و راہ نمائی کے لئے مرتب فرمایا تھا۔ حضرت غوث العالم نے جب گجرات سے دہلی جانے کا عزم فرمایا تو ”رسالہ اشرف الفوائد و نواید الاشرف“ جہت آں احباب نوشتہ امد و ہاں اعزہ دادہ آمدند چنانچہ دردِ بیاچار آں رسالہ بدیں معنی اشارت رفت“۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۱)۔

۷۔ رسالہ بحث وحدۃ الوجود:- حضرت غوث العالم نے اس رسالے کو رد میں تصنیف فرمایا تھا اور اس کتاب میں تصوف کی مصطلحات کا اہتمام و التزام بکثرت تھا۔ اسی بناء پر ہندوستان میں بالخصوص بنگال کے علمائے تصوف اس کتاب سے استفادہ نہ کر سکے کیونکہ وہ مصطلحات تصوف اور ان کی نزاکتوں سے بے خبر تھے۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۱۳، برکات چشتیہ ص ۵۵۸)

۸۔ تحقیقات عشق:- اس کتاب میں عشق کی توجیہ و تشریح متصوفانہ انداز پر کی گئی ہے جو خیال انگیز بھی ہے اور بصیرت افروز بھی، تحقیقات عشق کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ اشرفیہ کچھو کچھو شریف میں موجود ہے۔ کتب خانے کے ناظم اعلیٰ عزیز بی مولوی سید اطہار اشرف ولی عہد سجادہ سرکار کلاں نے اسے کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد (جو ایک قدیم کتب خانہ ہے) سے نقل و مطابقت کرا کے منگوا لیا ہے لیکن جس قلمی نسخہ کا یہ نقش ثانی ہے اس میں بھی تاریخ یا سنہ کتابت مندرج نہیں ہے۔

۹۔ مکتوبات اشرفی:- حضرت غوث العالم کے مکتوبات کا ایک گرانقدر مجموعہ جسے

حضرت کے بھانجے اور خلیفہ اعظم حضرت حاجی الحرمین مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق نور العین مدظلہ نے مرتب فرمایا تھا۔ مکتوبات اشرفی کے متعدد قلمی نسخے مختلف لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔ مکتوبات کا ایک نادر مجموعہ حضرت حاجی شیخ نظام بخاری مدظلہ مؤلف لطائف اشرفی نے بھی مرتب کیا تھا مگر افسوس کہ امتداد زمانہ سے شاید وہ محفوظ نہ رہ سکا۔

۱۰۔ اشرف الانساب۔۔ سلطانین اور مشائخ عظام کے سلسلہ ہائے نسب۔

۱۱۔ مناقب السادات۔۔ یادِ ث کے فضائل و مناقب پر یہ رسالہ مشتمل ہے۔

۱۲۔ فتاویٰ اشرفی۔۔ مختلف مسئلوں کے جوابات کا ایک قابل قدر ذخیرہ۔

۱۳۔ دیوان اشرف۔۔ حضرت غوث العالم کے کلام بلاغت نظام کا مجموعہ۔

(ماخوذ از محبوبِ یزدانی)

۱۴۔ رسالہ تصوف و اخلاق (بزبان اردو)۔۔ اس رسالے کو سب سے پہلے میرنذر علی درو کا کوردی نے دریافت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت سید اشرف چنانکیر والی جلد ضخیم کتاب کو میں نے خود دیکھا ہے، ضرور اس پر صفحے ڈالے گئے ہیں۔ اس کتاب کے ص ۱۸ کا ایک ٹکڑا ہے:

”اے طالب! آسمان زمین سب خدا میں ہے، جو تحقیق جان اگر تجھ میں

کچھ سمجھ کا ذرہ ہے تو صفات کے باہر بہتر تمام ذات ہی ذات ہے۔“

میرنذر علی درو کا کوردی کا یہ تحقیقی مقالہ بعنوان ”شمسی ہند اور اردو“ سالنامہ

یادگار ۱۹۳۳ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ فاضل مقالہ نگار نے رسالہ تصوف و اخلاق کو

اردو متر کا نقش اول قرار دیا ہے۔ یہ مضمون علم و ادب کی دنیا میں اس قدر فکر انگیز رہا کہ

پروفیسر حامد حسن قادری نے اپنی معرکہ الآرا کتاب داستان تاریخ نثر اردو میں میر صاحب کے تاریخی انکشاف کو پورے طور پر سراہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً ۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۳ء میں پروفیسر احتشام حسین نے بھی قومی آواز لکھنؤ کے سنڈے ایڈیشن میں اردو نثر کے اس نقش اول پر ارباب فکر و فکر کی توجہ کو مبذول کرایا تھا۔ اس سلسلے میں راقم الحروف کی درخواست پر حضرت سجاد نشین سرکار کلاں نے بھی میر غفر علی ورد کا کوروی کو ایک خط تحریر کیا تھا جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ رسالہ تصوف و اخلاق کے ضروری اور بنیادی اقتباسات کو نقد و تبصرہ کے ساتھ کتابی صورت میں ترتیب دے چکا ہوں اور اب اشاعت کی فکر میں ہوں۔ خدا کرے کہ یہ کتاب جلد از جلد شائع ہو جائے اور طوائف زبان و ادب کے لئے چراغ راہ و منزل کا کام دے۔

- ۱۵۔ رسالہ حجۃ الذاکرین:- مطبوعہ منسلکہ لطائف اشرفی ص ۳۲۵۔
 ۱۶۔ بشارۃ المریدین رسالۃ قمریہ:- مطبوعہ منسلکہ لطائف اشرفی ص ۳۳۱۔ یہ ایک مختصر تحریر ہے جسے حضرت غوث العالم نے قبر کے اندر بیٹھ کر مرتب فرمایا تھا۔ اس مختصر اور آخری تحریر میں تمام خلفاء اور مریدین کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ دین حق پر ہیں لہذا وہ دین کے اساسی اور بنیادی اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ حضرت غوث العالم نے اپنے معتقدات کا جس بلند آہنگی کے ساتھ اعلان فرمایا ہے وہ آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے صوفیائے اسلام کے جرأت عمل اور بلندی کردار کی بہترین مثال ہے۔

حضرت غوث العالم رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء کا

ایک مختصر تعارف

۱۔ حضرت حاجی الحرمین مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ :-

(ملاحظہ ہو: ص ۶۲ تا ۶۶ بر حاشیہ)

۲۔ حضرت حاجی شیخ نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ :- آپ یمن کے باشندے تھے۔ ۵۰ھ میں حضرت غوث العالم کے حلقہ و ارادت میں داخل ہوئے اور بہت ہی جلد خلافت سے سرفراز کر دئے گئے۔ پھر سفرِ حضر میں آخر دم تک حضرت کے ساتھ ہی رہے۔ آپ کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے لیکن لطائف اشرفی کے مطالعے سے آپ کے بحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے جہاں علومِ فنون کی رنگارنگی کے ساتھ ادب و انشاء کے جوہر بھی دکھلائے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے اور غریبِ مستخلص رکھتے تھے اور یہ شاعرانہ مذاق لطائف اشرفی کے ہر صفحے سے نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ لطائف اشرفی حضرت غوث العالم کے ملفوظات پر مشتمل ہے مگر ان ملفوظات کو جمع کر کے مدون کرنا کچھ غیرِ اہم کام نہیں۔ اس کے لئے بھی فکر و نظر کی گہرائی و وسعت اور فنی چابکدستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ حضرت حاجی نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ عالمِ دایب تھے بلکہ ایک ایسی متوازن اور گراں قدر شخصیت کے حامل تھے جہاں سے اخلاص، صداقت، دیانت داری، حقیقت پسندی، انتہائی نظر، تجزیاتی انداز اور جرأتِ اظہار کے سوتے پھوٹتے ہیں اور شاید انھیں اوصاف کی بناء پر حضرت غوث العالم نے انھیں وہ قربِ خاص عطا کیا جو حضرت نورالعین رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور کسی کو میسر نہ تھا۔

۳﴿ حضرت شیخ کبیر العباسی رحمہ اللہ :- حضرت غوث العالم کے احباب و اصحاب میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ اور حضرت کے التفات صوری و معنوی سے اس حد تک مالا مال تھے کہ حضرت نور العین رحمہ اللہ کو رشک ہوتا تھا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۳۹۹)۔ حضرت غوث العالم رحمہ اللہ نے اپنے ایک گرامی نامے میں حضرت شیخ کبیر کو ان لفظوں سے یاد کیا ہے ”فرزند اعز اکرام شیخ الاسلام و سلالۃ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہ“ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۰) حضرت شیخ کی عالی مقامی اور فضیلت مآبی کے لئے یہ عبارت بھی کچھ کم اہم نہیں کہ ”حضرت کبیر عجوبہ روزگار و زندہ (نادرہ) اولیاء اعصاب خود بودہ اند“۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۵۱، برکات چشتیہ ص ۱۷۸)۔

ایک جگہ صاحب لطائف اشرفی رقمطراز ہیں کہ حضرت غوث العالم نے اللہ تعالیٰ کی چار نعمتوں پر حد درجہ فخر و شکر کیا ہے۔ ان میں چوتھی نعمت خداوندی کا ذکر اس طرح فرماتے تھے کہ ”دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان و دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کیا اور وہ دو گوہر ایک (حضرت) نور العین و دوسرے (حضرت) کبیر ہیں۔ خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔“ (برکات چشتیہ ص ۲۸۷-۲۸۸، لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۷۶)۔

۴﴿ حضرت شیخ محمد درّ یتیم رحمہ اللہ :- حضرت شیخ کبیر کے فرزند ارجمند تھے۔ صغریٰ ہی کے عالم میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو حضرت شیخ کبیر کی وصیت کے مطابق حضرت غوث العالم نے حضرت درّ یتیم کی پرورش و نگہداشت کی اور اپنے حجرہ عنایت میں ان کی تربیت صوری و معنوی خود فرمائی۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۰۰) تمام علوم ظاہری و تربیت سلوک کے بعد انہوں نے متعدد چلے کھینچے اور مجاہدے کئے۔ آخر میں

لباس خلافت سے لمبوس ہوئے اور ورثیم کا خطاب پایا۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۵۱، ۳۰۱)

حضرت غوث العالم کے تعلق خاطر کی یہ ایک روشن مثال ہے کہ حضرت ورثیم کی شادی کے لئے حضرت نواح سرور پور کے ایک تاجر کے گھر خود تشریف لے گئے۔ وہ شخص فقر ظاہر کی وجہ سے یہ رشتہ ناپسند کرتا تھا مگر حضرت غوث العالم کے اصرار و التفات نے اسے رضا مند بنالیا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۵۱)

۵۔ حضرت شیخ شمس الدین بن نظام صدیقی اودھی علیہ السلام: آپ تدوہ علماء نامدار اور زبدہ فصحاء روزگار تھے علوم عربیہ اور ورس عالیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کرائی۔ جب مولانا مذکور سے راوت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ فرزند! میرے پاس جو کچھ سرمایہ علمی تھا وہ سب تمہیں دے چکا لیکن علوم صوفیہ اور تکمیل راہ سلوک ایک سید کے ہاتھ میں ہے جو عنقریب ہی یہاں کے لئے سفر و سیاحت فرمائیں گے ان کی ملازمت کو قیمت سمجھنا کہ کلید کارائیں کے ہاتھوں میں ہے۔ چند روز گزرنے کے بعد جب حضرت غوث العالم بنگال سے روح آباد (کچھوچھا شریف) پہونچے تو ایک عرصہ تک وہاں حضرت نے قیام فرمایا اور اس اثناء میں حضرت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث العالم جب حلقہ اودھ پہونچے تو شہر کے اکابرین و عمائدین حضرت کے دیدار کے لئے آئے، ان میں حضرت شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت مخدوم نے انہیں دُور ہی سے دیکھ کر فرمایا کہ ”فرزند شمس الدین! باز برائی تو آمدہ ام“۔ اس بات کو سن کر حضرت شمس الدین پر ایک کیفیت ظاہری ہو گئی اور بصدق تمام اپنا سر جھکا دیا۔ حضرت غوث العالم نے انہیں سلسلہ

ارادت میں شامل کیا اور چند روز کے بعد انھیں ریاضت و مجاہدہ کے لئے خلوت نشین کر دیا۔ اس مجاہدانہ طرز زندگی سے حضرت غوث العالم مطمئن ہو گئے اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں ”انواع مقامات متعینہ نسبت دی ایثار کردند و فرمودند کہ اشرف شمس و شمس اشرف از ہم جدا نماند“۔ (لطاائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۱، ۴۰۲)۔

۶؎ حضرت سید عثمان بن خضر علیہ (رحمہ)۔ آپ نسا سید اور حضرت خواجہ گیسو دراز علیہ (رحمہ) کے گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ صاحب لطائف اشرفی نے آپ کو ”اجل السادات“ کہا ہے۔ حضرت غوث العالم نے آپ کی گونا گوں صلاحیتوں کو دیکھ کر خلافت عطا فرمائی اور اسرار بحرمانہ و انوار مخصوصانہ سے نوازا۔ (لطاائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۱، ۴۰۲)

۷؎ حضرت شیخ سلیمان محدث علیہ (رحمہ)۔ آپ کا شمار حضرت غوث العالم کے خلفاء کبیر میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے عہد کے قدوۃ الحمدین اور عمدۃ المفسقین تھے۔ لطائف اشرفی میں مذکور ہے کہ ”در ہندوستان محبت استاد کم یافتہ شد مگر از شیخ سلیمان محدث در کتاب حصن الحصین در اینجا گذرانیدند نسبت حضرت بابا مبارقن ازین سلسلہ درج حدیث کردند“۔ (لطاائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۲)

۸؎ حضرت شیخ معروف علیہ (رحمہ)۔ آپ حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمانی علیہ (رحمہ) کے اصحاب و احباب میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے۔ علوم غریبہ و معلومات عجیبہ کی فراوانی کے ساتھ حکمت و طریقت کی راہوں سے بھی لذت آشنا تھے۔ حضرت غوث العالم کا بلدہ جون پور میں نزول اجلال ہوا تو سارا شہر فیض دیدار کے لئے مجتمع ہو گیا۔ حضرت شیخ معروف نے بھی اس خبر کو پاتے ہی حضرت غوث العالم کی خدمت یا برکت میں حاضری دی اور شرف ارادت حاصل کیا۔ ان کی ریاضت شدیدہ اور

عبادت پسندیدہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد حضرت غوث العالم نے انھیں لباس خرقہ اور خلافت نامہ دونوں عطا فرمایا۔ حضرت شیخ معروف کی محبوبیت اور قدر و منزلت کے لئے حضرت غوث العالم کا یہ ارشاد ”اشرف معروف و معروف اشرف“ ایک فیصلہ ناطق کی حیثیت رکھتا ہے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۰۲)۔ حضرت شیخ کا مسکن قصبہ دیلو تھا جو ڈھلمو کے نام سے آج بھی مشہور ہے اور کچھ چھا شریف سے شمال و مغرب میں ۲۲ میل کے فاصلے پر دریائے سر جو کے کنارے آباد ہے۔

۹ ﴿ حضرت شیخ رکن الدین عجلہ (رحمہ).....

۱۰ ﴿ حضرت شیخ قیام الدین شاہباز عجلہ (رحمہ) :- حضرت غوث العالم کے اصحاب کبار اور احباب نامدار کی فہرست میں ان دونوں بزرگوں کا نام آتا ہے۔ حضرت غوث العالم کے دوسرے سفر بلا دشرقیہ کی واپسی پر یہ دونوں بزرگ ہندوستان آئے اور اس قدر خدمت میں مصروف ہوئے کہ حضرت غوث العالم کے التفات خسرانہ سے مالا مال ہو گئے۔ صاحب لطائف اشرفی رقمطراز ہیں کہ ”آں مقدار عنایت و حمایت کہ بنسبت وی بود بر اصحاب دیگر کم دیدہ شد“۔ ان دونوں کو حضرت غوث العالم سے ایک نسبت تعلق بھی تھا اور اس سبب سے بھی ان کو خصوصیت حاصل تھی۔ ان کے قیام و رہائش کے لئے بنی پورہ کا مکان جو دریائے سر جو کے کنارے واقع تھا اور جس میں حضرت مخدوم رونق افروز ہو چکے تھے، مرحمت کر دیا گیا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۰۳)

۱۱ ﴿ حضرت شیخ امیل الدین جزہ باز عجلہ (رحمہ) :- آپ حضرت غوث العالم کے اصحاب طیر و سر میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ شدید ریاضت و عبادت نے اس مقام پر پہنچایا کہ حضرت نے انھیں شرف خلافت سے مشرف فرمایا اور اپنی عنایت و حمایت سے انھیں اس قدر

گراں قدر کر دیا کہ دوسرے اصحاب کو یہ درجہ میسر نہ تھا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۳)۔

۱۲۔ حضرت شیخ جمیل الدین سپید باز عجلہ (رحمہ) :۔ آپ حضرت غوث العالم کے اصحاب ثلاثہ میں بڑی مقبولیت رکھتے تھے اور سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ ہمیشہ رہے۔ حضرت نے آپ کو خلافت سے مشرف کیا اور التفات صوری و معنوی سے مخصوص فرمادیا۔ آپ سے جس قدر حقائق و معارف صادر ہوئے وہ دوسروں سے نہ ہو سکے۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۳)

۱۳۔ حضرت قاضی حجت عجلہ (رحمہ) :۔ آپ براہین عقلیہ و نقلیہ سے آراستہ اور دلائل و مقدمات سے پیراستہ تھے۔ آپ کی جب توفیق سلوک بیدار ہوئی تو حضرت غوث العالم کی بڑی سرکار میں سرک جھکا دیا۔ آپ کے خلوص عقیدہ اور صفات پسندیدہ کو دیکھ کر حضرت نے آپ کی ذات کو حقائق و معارف کا گنجینہ بنا دیا۔ جب آپ نے خلافت کی شرطیں پوری کر لیں تو لباس خرقہ سے بھی مشرف ہوئے اور روح آباد کے قریب ہی ایک موضع میں انکی سکونت قرار پائی۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۳)۔

۱۴۔ حضرت شیخ عارف مکرانی عجلہ (رحمہ) :۔ آپ نے علوم شریعت و طریقت سے پیراستہ ہو کر شرف ارادت حاصل کیا بعدہ آپ نے سخت ریاضت اختیار کی۔ جب مراتب سلوک طے کرنے لگے تو خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت شیخ نے حضرت غوث العالم کے خلفاء میں بڑا نام پیدا کیا۔ اگر ان کے خوارق عادات اور ظہور معاملات کو یکجا جمع کیا جائے تو ایک دوسرا دفتر تیار ہو جائے۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۳، ۴۰۴)

۱۵۔ حضرت شیخ ابوالکارم ہروی عجلہ (رحمہ) :۔ آپ امیر زادے تھے اور آپ کے والد

کا شمار امیر تیمور لنگ صاحبقران کے امراء نامدار میں ہوتا تھا۔ جب حضرت غوث العالم، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو امیر علی بیگ کے مکان پر قیام فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت شیخ ابوالکارم نے حضرت غوث العالم کی زیارت کی اور بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ بارہ (۱۲) سال سے زائد مشقتیں راہ سلوک میں برداشت کیں۔ حضرت شیخ علوم ظاہری سے بہرہ مند تھے اور ریاضت و مجاہدے نے ان کی شخصیت کو اور چمکادیا تھا۔ اس استعداد کاملہ اور قابلیت تامہ کے بعد حضرت غوث العالم نے انھیں خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا مرکز نظر بنالیا تھا۔ صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ ”انواع مکارم اخلاق و مراحم اشفاق از وی ظہور یافتہ معقدان بابوالکارم ملقب ساختند۔“ حضرت شیخ کو تبلیغ و اشاعت دین کے لئے سمرقند کا مقام سپرد کیا گیا۔ ان کے مریدین و معتقدین بے شمار تھے اور سلسلہ اشرفیہ کی توسیع میں ان کا نمایاں حصہ تھا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۴)

۱۶ حضرت شیخ معنی الدین رودلوی علیہ السلام:۔ آپ علوم ظاہری کی دولت سے بھرپور اور ادب و فقہ میں مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔ صاحب لطائف اشرفی کے لفظوں میں ”معنی کہ بھٹائے علوم ظاہری و اصطفاۃ معانی باہری آراستہ در علوم ادبیہ و اصول فقہیہ و مکی تمام و اشد اند“۔ حضرت غوث العالم بھی فرمایا کرتے تھے کہ ”در بلاد ہند کسی را کہ بفنون در فتنہ غرایب و شیون عجائب پیراستہ دیدم دی بودہ“۔ حضرت شیخ معنی الدین رودلوی کی ارادت و بیعت کے سلسلے میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات حضرت شیخ کی خدمت میں ایک پر شکوہ اور بادقار شخص نمودار ہوا۔ حضرت شیخ نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کی تعظیم میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ شخص مذکور نے

اصول فقہ کی ایک کتاب پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم ہے آپ نے بے شمار اوراق سیاہ کر دیئے لیکن اب وہ وقت آ گیا ہے کہ سیاہ اوراق کو سفید اور پُر انوار کیجئے۔ اس گفتگو کا حضرت شیخ پر بے حد اثر پڑا اور ان پر ایک محویت طاری ہو گئی۔ حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ میں اپنے دست ارادت کو کس کے دامن عنایت سے وابستہ کروں جو مجھے راہ سلوک پر لے چلے؟ شخص مذکور نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو ایسرار قرب کا محرم بنانا چاہتا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ وہ اس کی رہنمائی کریں۔ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں ایک ایسے مرد کابل کی جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے سارا جہاں مسخر ہے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت غوث العالم کا گذر قصبہ رُدولی میں ہوا اور حضرت نے وہاں کی جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ اس خبر کو پاتے ہی حضرت شیخ صفی الدین ردولوی علیہ السلام، حضرت غوث العالم کی خدمت بابرکت میں پہنچے اور کمال ادب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت نے ان پر ایک نظر التفات کی اور اس بات کو دودھرایا جس کی بشارت حضرت شیخ کو مل چکی تھی۔ اس کلام کو سنتے ہی حضرت شیخ نے حضرت غوث العالم کی بیعت و ارادت حاصل کی۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مصری کی ایک ڈلی ان کو کھلائی اور ان کی اولاد و احفاد کے لئے دعائیں فرمائیں۔ حضرت شیخ کی خاطر سے حضرت غوث العالم نے چالیس (۴۰) دن قصبہ رُدولی میں قیام فرمایا اور اسی اثناء میں حضرت شیخ کو لباس خرقہ اور اجازت و خلافت سے نوازا۔ حضرت شیخ نے اپنے فرزند شیخ السلیل کو جن کی پیدائش کو چالیس (۴۰) روز ہوئے تھے، حضرت غوث العالم کے قدموں پر لاکر ڈال دیا۔ حضرت نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ ”ادہم مرید ماست“۔ (لطف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۴، ۴۰۵)۔

انھیں شیخ اسعیل کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ تھے جو آسمان ولایت پر آفتاب بن کر چمکے۔

۱۷۱ حضرت شیخ سماء الدین ردوولی علیہ السلام:۔ علوم صوری ومعنوی سے بخلی اور طریقہ سنن مصطفوی سے پاک و صاف تھے۔ جب حضرت غوث العالم قصبہ ردولی پہنچے تو حضرت شیخ سماء الدین علیہ السلام ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت شیخ نے مقام روح آباد (کچھوچھا شریف) میں مسلسل چار سال تک اس قدر ریاضتیں و مشقتیں کیں کہ اسرار سلوک و معرفت کے محرم بن گئے۔ روح آباد ہی میں انھوں نے لباس خرقہ اور اجازت و خلافت حاصل کی اور مقام ردولی ان کے لئے متعین کیا گیا۔ حضرت شیخ کو قصبہ ردولی کے ایک فقیر نے پریشان کر رکھا تھا چنانچہ انھوں نے اپنی صورت حال سے حضرت غوث العالم کو مطلع کیا تو وہاں سے جواب عطا ہوا کہ میں نے حق تعالیٰ سے یہ چاہا ہے کہ جو میرے متعلقین کو پریشان کرے گا وہ افتاد و رافقہ میں مبتلا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند ہی روز کے بعد فقیر کا بول بالا ختم ہو گیا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۰۵، ۲۰۶)

۱۸۱ حضرت شیخ خیر الدین سدھوری علیہ السلام:۔ آپ گوناگوں فضائل و شمائل سے آراستہ تھے، بلند علمی مرتبہ رکھتے تھے اور جامع فروع و اصول تھے۔ حضرت شیخ کی عقیدت و بیعت کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ علم اصول و فقہ کے چند مسائل اس قدر مشکل تھے کہ ان کا کوئی حل نہیں نکلتا تھا۔ ہر چند کہ علماء روزگار اور بلغاء نامدار شخصیں مولانا علام الدین جاسی علیہ السلام نے ان عقدہ ہائے لایحل کی جانب رجوع کیا لیکن ان کی ساری کاوش و محنت کوہ کندن و کاہ بر آوردن کے مصداق قرار پائی۔ انھیں دنوں میں حضرت غوث العالم نے خطہ اوادھ کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشی اور حضرت شیخ شمس الدین

اودھی عبداللہؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر حضرت شیخ خیر الدین سدھوری عبداللہؒ نے اپنے مشکل مسائل علیہ حضرت غوث العالم کے سامنے پیش کئے۔ حضرت نے ماتھے پر شکن ڈالے بغیر ایسے موثر جوابات دیئے کہ حضرت شیخ کی تسکین خاطر ہوگئی۔ دوسرے دن وہ حضرت کے سلسلہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ چار سال کی محنت شاقہ اور ریاضت شدیدہ کے بعد حضرت نے انھیں لباس خرقہ اور شرف اجازت و خلافت مرحمت فرمایا اور پھر وہ اس بلند مقام پر پہنچے کہ ایک دفعہ بعض لوگوں نے وضو کے پانی کے کثرت استعمال کے باعث ان پر جب اسراف کا الزام لگایا تو حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ ”حالتی کہ فرزند خیر الدین دارد دریں حالت اگر آب دریای کونین دو گہر بخوردارین بر دوزی نہ، اسراف نہو“۔ (الطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۶)۔

۱۹؎ حضرت قاضی محمد سدھوری علیہ السلام: حضرت غوث العالم جب قصبہ سدھور پہنچے تو حضرت شیخ خیر الدین سدھوری عبداللہؒ کے ہمراہ تمام اکابرین قصبہ نے حضرت کا استقبال کیا اور سب لوگوں نے حضرت کے دست حق پرست پر بیعت حاصل کی، ان میں حضرت قاضی محمد سدھوری عبداللہؒ بھی تھے۔ حضرت غوث العالم نے ایک مختصر قیام کے بعد سارے ارادتمندوں کو حضرت شیخ خیر الدین سدھوری عبداللہؒ کے زیر نگرانی چھوڑ کر قصبہ جاس کی جانب قصد سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضرت نے قاضی محمد سدھوری عبداللہؒ کو اپنے ہمراہ رکھا اور انھیں ریاضت و مجاہدہ کی ترغیب دی۔ حضرت قاضی پہلے ہی سے علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے لیکن منزل عرفانیات سے بے خبر تھے۔ جب وہ راہ سلوک کے نشیب و فراز سے لذت آشنا ہو گئے تو حضرت غوث العالم نے انھیں لباس خلافت اور اجازت سلسلہ عطا فرمائی۔ حضرت قاضی نے اپنے صاحبزادے قاضی ابوجہر

سدھوری عبد الرحیم کو بھی حضرت غوث العالم کی بیعت و خلافت سے وابستہ کرادیا۔

(لطاائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

۲۰؎ حضرت مولانا ابوالمنظر محمد لکھنوی علیہ الرحمہ :- آپ اپنے وقت کے عالم شہیر اور پیشوائے بلقاء و یار تھے۔ علاوہ ازیں آپ حضرت غوث العالم کے مخصوص خلیفہ بھی تھے۔ اسی نسبت سے حضرت ان پر زیادہ التفات و عنایت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کی تسکین خاطر کے لئے حضرت غوث العالم نے جامع مسجد لکھنؤ میں چند روز قیام فرمایا۔ حضرت مولانا کو شعر و سخن سے بے حد دلچسپی تھی، انھوں نے ایک مدحیہ قصیدہ حضرت غوث العالم کی خدمت میں پیش کیا جو ان کے ”نصاحت شعار و بلاغت آثار“ ہونے کا نمایاں ثبوت تھا۔ (لطاائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۷)

۲۱؎ حضرت مولانا علام الدین جاسی علیہ الرحمہ :- آپ کو صاحب لطائف اشرفی نے ”علامہ روزگار و فقیر دیار“ کے لفظوں سے یاد کیا ہے۔ حضرت غوث العالم اپنے اصحاب کے قافلے کے ساتھ قصبہ جاسی پہنچے تو ان دنوں حضرت مولانا جاسی علیہ الرحمہ ہفت مسئلہ از علوم مشکل شدہ بود“ کی بقول بھٹیوں میں بیچ و تاب کھا رہے تھے اور سالہا سال کے غور و فکر کے باوجود ان مسائل کا کوئی تشفی بخش جواب مرتب نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ حضرت غوث العالم نے اپنے معمول کے مطابق اصحاب کے ساتھ رات کی تنہائی میں جب ذکر جہری فرمایا تو ”غوغائی ذکر طالبان و شغب و شور و آکران بگوش ہمہ کس رسیدہ“۔ مولانا جاسی اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ انھوں نے ذکر جہری سے خلل محسوس کیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ مردم غوغائی کہاں سے آئے ہیں؟ دوسرے دن حضرت غوث العالم اپنے اصحاب کے ساتھ مقبرہ شیخ بدالدین علیہ الرحمہ میں موجود تھے کہ

اتفاقاً مولانا جاسی کا بھی گذر ہو گیا۔ انھوں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت غوث العالم نے برجستہ فرمایا کہ ہم مردم غوغائی ہیں۔ اس جواب کو سن کر مولانا جاسی بے حد پشیمان ہوئے اور ہزار معذرت چاہی۔ مولانا کے کمال و عجز و نیاز پر حضرت غوث العالم نے تبسم فرمایا اور ان کی خواہش کے مطابق انھیں سلسلہ ارادت میں داخل کر لیا۔ علاوہ ازیں ان مسائل علمیہ کو جن سے مولانا پریشان ہو چکے تھے اس انداز سے حل فرمایا کہ ایک ایک بات مولانا کے دل میں نقش ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد مولانا جاسی کا عقیدہ سو گنا بڑھ چکا تھا چنانچہ انھوں نے اپنے فرزندوں کو بھی حضرت غوث العالم کے دستِ حق پر بیعت کرایا اور قصبہ کے سارے اکابر و اصغر کے لئے سلسلہ اشرفیہ میں شامل ہونے کا اہتمام کیا۔ حضرت نے مولانا جاسی کو خلافت سے بھی مشرف فرمایا تھا۔

(لطف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۷، ۴۰۸، صحائف اشرفی ورق ۱۱۵)

۲۲ حضرت شیخ کمال جاسی علیہ السلام (رحمہم اللہ): آپ جامع ریاضات شدیدہ اور صاحب معاملات چیدہ تھے۔ آپ نے چند سال کلفت سفر اور محنت حضرا اختیار کرنے کے بعد لباس خرقہ اور ارادت و اجازت کا استحقاق حاصل کیا۔ حضرت غوث العالم کو حضرت شیخ کمال سے بڑی انسیت تھی چنانچہ جاس سے روح آباد (کچھو چھا شریف) کی طرف مراجعت فرمانے کے وقت نیاز مندان سلسلہ اشرفیہ کی تربیت و رہنمائی کی ذمہ داری اور منصب نیابت حضرت شیخ کمال ہی کو تفویض کیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ قصبہ کے چند لوگوں نے حضرت شیخ کمال کو دعوت دی لیکن وقت مقررہ پر وہ کسی وجہ سے کھانے کا بندوبست نہ کر سکے۔ شیخ کمال نے اسے اپنی بے عزتی پر محمول کیا اور غضب و غصہ کے

عالم میں یہ بدعادی کہ وہ لوگ جل جائیں جنہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔ شیخ کی زبان سے اس بات کے نکلنے ہی سارے قصبے میں آگ لگ گئی اور سب کچھ جل کر خاکستر ہو گیا جن میں چار ہزار آدمیوں کا راکھ ہونا بھی بتایا جاتا ہے۔ شیخ کمال کالال مدم ہوا تو اس حادثہ جانکا پر بے حد خجالت محسوس کی اور غصہ و رگزر کے لئے حضرت غوث العالم کی بارگاہ میں روح آباد (کچھو چھا شریف) پہنچے۔ حضرت نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ میرے فرزندوں کو جلاؤ الا اور انھیں برباد کر دیا۔ حضرت ان سے کچھ اس طرح برگشتہ خاطر ہوئے کہ پاپوں کی اجازت بھی انھیں نہیں دی۔ شیخ کمال ایک مدت تک خانقاہ کے پیچھے وحدت آباد میں حضرت کی نگاہوں سے دور پڑے رہے۔ بعد میں حضرت نورالعین علیہ السلام کی سفارش اور منت وساجت پر شیخ کمال کی معافی کی درخواست منظور ہوئی لیکن حضرت نے فرمایا کہ ”چوں بطریق و رویشاں عذر خن یریشاں خواستی ایمانت بہ سلامت رود اما اتر گردان دا ولا و احقاد تو سر گرداں شوند“۔

(الطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۸)

۲۳؎ حضرت سید عبدالوہاب علیہ السلام:- حضرت غوث العالم کے تخلص خلیفہ اور مخصوص ساتھی تھے۔ انھوں نے اپنی خدمت گزاری کا ایک علیحدہ اور انوکھا معیار قائم رکھا جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ ایک دفعہ حضرت غوث العالم نے ان کو شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی روانہ کیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو پایادہ سفر کی وجہ سے ان کے چیدروں پر درم آگیا تھا اور آبلے پڑ گئے تھے۔ حضرت غوث العالم ان کی صورت حال دیکھ کر بہت مغموم و افسردہ ہوئے اور اپنی نعلین مبارک انھیں عطا فرمائی۔ سید صاحب نے حضرت کی نعلین کو اپنے سر کا تاج بنایا اور چالیس روز تک اسی طرح کمال عجز و احترام کا

مظاہرہ کرتے رہے۔ سید صاحب کو اس طرز عمل کا یہ صلہ ملا کہ ”حق تعالیٰ از آں مدت کہ کفش بکفش افتاد بخانہ اور فایہ و آسودگی بسیار پیدا کرد“۔

(لطائف اشرفی ج ۸ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

۲۴ حضرت شیخ راجا علیہ (رحمہ)۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے اور حضرت غوث العالم کے خلیفہ خاص اور مرید صادق تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کی حد درجہ خدمت و ملازمت کی لیکن سادگی کے حسن کا بڑا لحاظ رکھا۔ ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ کسی بے نمازی کے ساتھ خورد و نوش نہیں کرتے تھے۔ (لطائف اشرفی ج ۸ ص ۴۰۹)۔

۲۵ حضرت جشید بیگ علیہ (رحمہ)۔ خاندان ازبک کے ایک نامور امیر تھے۔ حضرت غوث العالم نے جب یاغستان کو رونق بخشی تو سعادت دارادت حاصل کرنے کے لئے ترکان سادہ کا جم غفیر ہو گیا اور لوگوں کی کثرت آمد درفت اس حد تک بڑھی کہ امیر تیمور صاحبقران جو اس وقت سمرقند میں موجود تھا، کو بھی حضرت غوث العالم کے رونق افروز ہونے کی اطلاع موصول ہو گئی۔ امیر تیمور نے کہلا بھیجا کہ ”من آں سپد زادہ را دیدہ ام“ اور اسی کے ساتھ خورشید بیگ کو حکم صادر کیا کہ ”بملازمت آں سید زادہ با بعضی از نذورات برد آید“۔ چنانچہ خورشید بیگ نے معزز لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ امیر تیمور صاحبقران کے حکم کی تعمیل کی لیکن حضرت غوث العالم نے وہ سارے اسباب و اموال و مراکب فقرا پر نثار کر دیئے۔ اسی جماعت کے ایک ممتاز فرد جشید بیگ بھی تھے جو حضرت غوث العالم ہی کی خدمت میں رہ گئے۔ انھیں توفیق سلوک نصیب ہوئی اور آخر میں خلافت و اجازت سے بھی سرفراز کئے گئے۔

(لطائف اشرفی ج ۸ ص ۴۰۹)۔

۲۶﴿ حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمہ اللہ :- آپ کا تفصیلی ذکر ص ۵۱، ۵۰ کے حاشے پر آچکا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ حضرت ملک العلماء کو حضرت غوث العالم سے اجازت اور خلافت دونوں حاصل تھی۔ اس ضمن میں صاحب لطائف اشرفی کا واضح بیان ہے کہ ”ریاضات شہیدہ و مشاہدات جدیدہ کشید کہ شرف خلافت و اجازت یافتہ“۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)۔

۲۷﴿ حضرت شیخ حاجی فخر الدین رحمہ اللہ :- علوم ظاہری سے آراستہ اور علم تصوف میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ نے حضرت غوث العالم ہی کی ہمرکابی میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ وہاں کی واپسی پر انہوں نے موضع اوسرہٹہ کو اپنا مسکن بنایا اور اس علاقے کے سارے معتقدان ان کے حوالے کر دیئے گئے۔ ان کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ داؤد رحمہ اللہ نے بھی حضرت غوث العالم سے شرف خلافت حاصل کیا لیکن تربیت باطنی کے لئے انھیں بھی حضرت شیخ حاجی فخر الدین رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا گیا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)

۲۸﴿ حضرت قاضی رکن الدین رحمہ اللہ :- حضرت غوث العالم نے حضرت قاضی کو شرف خلافت و اجازت مرحمت فرما کر موضع دونیری نزد مقام حاجی پور روانہ کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک خانقاہ کی تعمیر کی اور اطراف کے سارے چھوٹے بڑے ان سے ارادت و ہدایت حاصل کرنے لگے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)۔

۲۹﴿ حضرت شیخ تاج الدین رحمہ اللہ :-

۳۰﴿ حضرت شیخ نور الدین رحمہ اللہ :- حضرت غوث العالم بنگال سے روانہ ہو کر دونیری تشریف لائے تو اس موقع پر ان دونوں حضرات نے شرف ارادت حاصل کیا اور

پھر حضرت کی ہر کابی میں روح آباد (کچھوچھا شریف) بھی آئے۔ یہاں ان دونوں نے کثرت کے ساتھ ریاضتیں کیں حتیٰ کہ وادرات عالیہ اور مقامات بلند سے متعارف ہوئے۔ جب سعادت خلافت کے لائق ہوئے تو مقام کو دیوان کے لئے مقرر کیا گیا کہ خدمتِ مطلق اور دینِ حق کو خوب فروغ دیں۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)۔

۳۱ حضرت شیخ الاسلام احمد آبادی (رحمہ اللہ) (سکبرات) :- علوم و فنون کے جامع تھے لیکن انھیں علمِ ہیئت، علمِ نجوم اور حکمت میں خصوصیت حاصل تھی۔ حضرت غوثِ عالم نے سکبرات کا قصہ سفر فرمایا تو وہاں حضرت شیخ الاسلام نے پہلی ہی ملاقات میں چند علمی مسائل بطور امتحان حضرت سے دریافت کئے۔ حضرت غوثِ عالم نے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب مرحمت فرمایا لیکن شیخ الاسلام نے افہام و تفہیم کے بجائے ”طریقِ جدال و سبیلِ مقال“ کو حد سے زیادہ طویل کر کے لوگوں میں انتشار پھیلا دیا۔ رات کے وقت خواب میں ان کی سرزنش ہوئی کہ سید سے مکابرہ مت کرو، آج سے اگر یہ روش اختیار کی تو خسارہ رہے گا۔ آج تو تمہارے اکابرین کی روحانیت و درمیان میں آگئی تھی جس نے معاملے کو رفع کر دیا۔ دوسرے دن شیخ الاسلام، حضرت غوثِ عالم کی خدمت میں بے تابانہ پہنچے اور اپنی غلطیوں کی معذرت چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ ”ازما کا روف و اذنا شجھا و آنوں نہ و فائدہ جھا بلکہ محل صفا است“۔

اس واقعہ کے بعد سے شیخ الاسلام ہمہ وقت حضرت غوثِ عالم کی خدمت بابرکت میں حاضر رہا کرتے تھے اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے۔ انھوں نے دو (۲) سال مسلسل ریاضت و خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جب استعداد تامہ پیدا ہو گئی تو خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ ہر چند کہ اس دیار میں حضرت غوثِ عالم کے

خلفاء اور اصحاب پیشاں تھے لیکن مریدان ولایت کی تربیت و نگہداشت کے لئے حضرت شیخ الاسلام ہی کو مامور کیا گیا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰، ۴۱۱)۔

۳۲؎ حضرت شیخ مبارک گجراتی رحمہ :- اکابرین گجرات اور عمائدین دیار میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ مند تھے۔ ان کے فضائل حمیدہ اور شائکل پسندیدہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جانی، جسمانی اور مالی خدمات میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ وہ حضرت غوث العالم کی ہمرکابی میں روح آباد (کچھ چھا شریف) پہنچے اور یہاں بے پناہ مجاہدے کئے اور چلے کھینچے حتیٰ کہ ان کو شرف خلافت و اجازت سے نوازا گیا۔ اس کے بعد انھیں گجرات روانہ ہونے کا حکم ملا اور انھیں کے بدست حضرت شیخ الاسلام کے لئے علم و طوغ بھی بھیجا گیا۔ حضرت شیخ مبارک رحمہ ہی کی سفارش سے حضرت شیخ الاسلام کو حضرت غوث العالم نے ایک مکتوب گرامی بھی تحریر فرمایا تھا اسی مکتوب کے بارے میں صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں: آں مقدار حقائق و معارف کہ نسبت شیخ الاسلام در کتبوبات مکرر نوشتہ بسبت دیگر اصحاب نبودہ۔“

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۱)

۳۳؎ حضرت شیخ حسین رحمہ :- دودمان خلجی اور خاندان محمدی کے چشم و چراغ تھے۔ دنیاوی مال و متاع اور جاہ و حشمت کے اعتبار سے اونچا مقام رکھتے تھے۔ لیکن جب توفیق ازلی نے رفاقت کی اور دنیا کے عارضی آب و رنگ سے دل کی وابستگی ختم ہوتی گئی تو منزل سلوک کی تلاش ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت غوث العالم کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کی۔ حضرت شیخ نے شدید ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنی تہذیب کی اور خود ہی اپنے کو منصب خلافت اور خرقہ نیابت کا حقدار بنایا۔ ان منزلوں سے گذر کر انھوں نے

موضع دوپہری میں سکونت اختیار کی اور سرحد چنارن (بہار) تک ان کی محبوبیت اور مقبولیت کا غل بچنے لگا۔ بادشاہ بنگالہ حضرت شیخ حسین علیہ السلام کا غیر معمولی عقیدہ مند تھا اس نے احباب کی معیشت ورفاہیت کے لئے ایک مخصوص رقم بطور نذر پیش کی تھی۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۱)

۳۳ حضرت شیخ سیف الدین مسند عالی سیف خاں علیہ السلام :- اودھ کے ایک رئیس اور بہت بڑے منصب دار تھے لیکن اسی کے ساتھ وہ بہت کشادہ دست بھی تھے اور تمام صوفیائے کرام سے بحد کمال خوش اعتقاد ہی بھی رکھتے تھے۔ حضرت غوث العالم سے انھیں خصوصی وابستگی پیدا ہو گئی تھی مگر ان کو سلسلہ ارادت میں داخل کرنے سے حضرت دامن بچاتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد جب سیف خاں نے دولت معنوی حاصل کر لیا اور اپنے مجاہدوں سے جذبات عالیہ کو بیدار کر چکے تو حضرت غوث العالم نے انھیں جامہ تہرک عنایت فرمایا اور بعد میں خلافت سے بھی سرفراز کیا۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۱، ۴۱۲)

ایک مرتبہ مسند عالی سیف خاں نے ایک لاکھ کی جاگیر حضرت غوث العالم کی خدمت میں نذر پیش کی۔ اس طرز عمل پر حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ”کسی راکہ قریہ روزگار و پرگنہ و دوا سپر وہ باشد او بایں جزوی قریات مقید نشود“۔

(لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۲)

۳۵ حضرت شیخ محمود کثوری علیہ السلام :- آپ پر حضرت غوث العالم کا التفات ہمیشہ رہتا تھا اور سفر و حضر میں حضرت کی خدمت و ملازمت میں برابر رہا کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ کی تعلیم باطنی مکمل ہو گئی تو حضرت غوث العالم نے انھیں خلافت

واجازت مرحمت فرما کر کتور (ضلع بارہ بنگلی) روانہ کر دیا تاکہ سلسلہ ارادت کی توسیع ہو اور اللہ کی مخلوق زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کر سکے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۲)۔

۳۶ حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز علیہ (رحمہ)۔ حضرت غوث العالم نے ایک دعوت کے سلسلے میں قصبہ کتور کو روٹنی بخشی تو جس خانقاہ میں حضرت قیام پذیر تھے وہاں حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز علیہ (رحمہ) نے شرف دیدار حاصل کیا۔ چند روز کے بعد حضرت شیخ نے التماس خرقدہ کیا۔ ان کے اخلاص بے پایاں کو محسوس کرتے ہوئے حضرت غوث العالم نے لطف و کرم کی توجہ انکی جانب مبذول فرمائی۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۲)۔

۳۷ حضرت شیخ عبداللہ بناری علیہ (رحمہ)۔ حضرت غوث العالم بلدہ جونپور سے بنارس تشریف لے گئے اور وہاں ایک عرصے تک قیام فرمایا۔ انھیں ایام میں حضرت شیخ عبداللہ بناری علیہ (رحمہ) نے حضرت سے بیعت و خلافت حاصل کی اور جلد ہی حضرت کے خلفاء کبریٰ میں ان کا شمار ہونے لگا۔ حضرت شیخ کا علمی وقار بھی کچھ کم نہ تھا۔ صاحب لطائف اشرفی رقمطراز ہیں: ”دی قدوۃ علماء الصدیقی وزبدۃ فصحاء روزگار بود“۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۲)

۳۸ حضرت ابوالوفا خوارزمی علیہ (رحمہ)۔ ملاحظہ ہو حاشیہ (۵۲)



اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے
اب کے سید پکارے تم ہمارے ہم تمہارے
(حضور محمد اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ)

**આપ હમરાત કા ચહીતા INDIA કા
NO.1 FREE ઇસ્લામિક SMS GROUP**

ASHRAFITODAY

- **ફાઇલે રસુલ** (સલ્લાલ્લાહો અલયહે વસલ્લમ)
- **ફાઇલે હમરતે મૌલા અલી**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- **ફાઇલે હમરતે ફાતેમતુમ્મોહરા**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હા)
- **ફાઇલે હમરત ઇમામે હશન**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- **ફાઇલે હમરત ઇમામે હુસૈન**
(રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)

**કુર્આન-હદીષ, બુખુર્ગાને-દીન કી
નરીહતેં વ બેશુમાર દીની માલુમાત**

અબ આપ કે મોબાઇલ પર પાઇએ

દોસ્તો ! આપ બસ ઇતના કીજીયે

**અપને મોબાઇલમેં JOIN ASHRAFITODAY ટાઇપ
કરે ઔર 92195 92195 પર SMS SEND કરે.**

ખુદ ભી મેમ્બર બને ઔર દુસરો કો ભી બનાએ